قال اللہ تعالیٰ
الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمه البیان
www.pdfbooksfree.pk
تبیان الراسخ
سنہ ۱۳۵۵ھ
معروف بہ
تاریخ التفسیر
مصنفہ
ابو الکمال قاضی عبد الصمد صارم
میر محمد کتب خانہ
آرام باغ کراچی

قال اللہ تعالیٰ

الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمه البیان

بعہد میمنت مہد اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

تبیان الراسخ

۱۳۵۵ھ

معروف بہ

تاریخ التفسیر

مصنفہ

ابوالکمال قاضی عبدالصمد صارم فاضل دیوبند، مولوی فاضل مصنف اربعین اعظم، تاریخ الحدیث، رسول عربی، اسعد و ضروری، کیا نماز محمود، اور دعوی الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ کراچی

قال اللہ تعالیٰ

الرحمٰن علّم القرآن خلق الانسان علّمہ البیان

بعہد ہمایوں اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ

تبیان الراسخ

۱۳۵۵ھ

معروف بہ

تاریخ التفسیر

مصنفہ

ابو الکمال قاضی عبد الصمد صاحب صارم فاضل دیوبند، مولوی فاضل، منشی فاضل مصنف اربعین، مختصر تاریخ الحدیث
و دستور شیخ اسعد و شجرہ کی کتابیات محمود و فرزند کی الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ کراچی

فہرست مضامین تاریخ تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض فقیر بر آستانۂ رسول کبیر صلی اللہ علیہ وسلم

کریم السجایا جمیل الشیم ۔ نبی البرایا شفیع الامم

ایک حقیر غلام ہدیۂ اخلاص و نیاز پیش کرنے کو حاضر ہے۔

گو قابلِ سرکار نہیں تحفہ ہمارا

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

من از امتاں کمتریں خاکِ تو

بدیں لاغری صیدِ فتراکِ تو

عبد الصمد سیوہاروی

رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۵ ہجری

علمائے کرام اور مشاہیر ملک کی رائیں

عالیجناب مولانا مفتی عبد اللطیف صاحب صدر شعبہ دینیات یونیورسٹی جامعہ عثمانیہ

مولانا قاضی عبد الصمد صاحب نے تاریخ تفسیر لکھکر اردو کے خزانے میں ایک بیش بہا موتی کا اضافہ کر دیا۔ اس زمانہ میں اس قسم کی تصانیف کی ضرورت ہے یہ کتاب مفید و اہم معلومات سے پُر ہے جن کو فاضل مصنف نے کثیر التعداد کتب کے مطالعہ اور جانکاہی محنت سے جمع کیا ہے۔ خداوند ذوالجلال مصنف محترم کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

عالیجناب مولانا حافظ قاری سید محمد صاحب متہم گلبرگہ خلف الصدق حضرت مولانا شاہ سید احمد حسن محدث امروہوی رحمہ اللہ

علم تفسیر کی تاریخ علامہ عبد الصمد صاحب نے عین ضرورت کے وقت لکھی اور خوب لکھی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف طلبا اور عام مسلمانوں کی بہترین رہنما ہے۔ فاضل مصنف نے اس کو عجیب اور بہترین طریقہ پر لکھکر مدون کیا ہے۔ اور اردو دان طبقہ کی اصلاح کا خیال بہترین طور پر کیا ہے۔ اس کتاب میں ضروری معلومات کو صحیح طریق سے جمع کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ خداوند کریم مصنف کی اس محنت کو قبول فرمائے

قطعہ تاریخ تصنیف از جناب صاحب التصانیف الکثیرہ مولانا الحاج عبد البصیر صاحب آزاد عقیقی سیوہاروی

چوں مرتّب نمود ایں تاریخ — ز فضل عبد صمد بہر تعارف

گفت فی الفور از پئے تاریخ — درمنثور دانش بہ لطف

۱۳۵۵ھ

قطعۂ تاریخ طبع از مولانا مظہر الدین صاحب بلگرامی

چوں براں شد صارم فاضل — این گہر ہائے لامع التاریخ

آمد از غیب ایں ندا مظہر — بہر تاریخ - جا بجا تاریخ

۱۳۵۶

جناب مولوی محمد عثمان صاحب بی اے ایل ایل بی (علیگ) وکیل ہائیکورٹ

"جناب صارم سیوہاروی کی ذہانت پسند طبیعت ایک . . . جدید رنگ کی تاریخ تفسیر تصنیف کر کے ذخیرۂ علوم مشرقیہ میں ایک بیش بہا اضافہ کر دیا۔ کتاب بلحاظ نوعیت مضامین ایک انوکھی چیز اور بیش بہا مفید معلومات کا ذخیرہ ہے جو حسن طریقہ سے جمع کیا گیا ہے۔ فی زمانہ اردو زبان بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقے کی معلومات اور اصلاح خیال کے لئے ایسی تصانیف کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک مصنف علام کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ایک اہم ضرورت کو پورا کر دیا۔ فقط"

قطعۂ تاریخ تصنیف

از مقرب الخاقان استاذ السلطان عالیجناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل

المخاطب جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر

وہ تالیف نکلی بحمد اللہ آج — جسے دل میں رکھیں گے اہل نظر

بیاں صاف واضح روایت صحیح — نہایت مدلل بہت معتبر

مؤلف ہیں عبد الصمد ذی کرم — جو ہیں فاضل و عالم باخبر

تصانیف جنکی ہیں مقبول عام — یہی شغل جن کا ہے شام و سحر

ہوئی ختم تاریخ تفسیر کی — یہ سہرا رہا ان مصنف کے سر

ہوئی روح تازہ جو دیکھی کتاب — کہا دل نے احسنت ہر لفظ پر

لکھو طبع کا سال تم اے جلیل

عجب بحر تفسیر کے ہیں گہر

۱۳۵۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از مولانا الحاج ابو الجلال سعید احمد صاحب اکبر آبادی فاضل دیوبند مولوی فاضل ایم اے پروفیسر
مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

قرآن مجید جس طرح تصفیۂ اخلاق، تزکیۂ نفس اور روحانی تربیت کی بہترین آسمانی کتاب ہے مسلمانوں کے تمام اسلامی علوم و فنون کا سرچشمہ و منبع بھی ہے۔ مثلاً فن کتابت اسلام سے قبل بہت ہی کم لوگ جانتے تھے، حجاز میں صرف سترہ آدمی تھے جو خواندہ تھے، لیکن قرآن پاک کی برکت سے یہ فن تمام دنیا میں پھیل گیا۔ قرآن مجید میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے، اس لئے مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے ایک ایک جزئیہ کو قلمبند کیا، اور اس کی اپنی جان سے زیادہ حفاظت کی، اس طرح سیر و مغازی کے فن کی بنیاد پڑی۔ پھر آپ کے افعال و اقوال کو جانچنے اور پرکھنے اور قرآن مجید کے حقائق کو سمجھنے کے لئے انہوں نے حدیث کی تدوین کی طرف توجہ کی اور اس راہ میں بڑے بڑے محیر العقول کارنامے کئے، اس طرح فن حدیث پیدا ہوا۔ اور پھر چونکہ قرآن کو عربی ادب اور عربی زبان کی صرف و نحو کے بغیر سمجھ نہیں سکتے تھے، اس لئے انہوں نے ان فنون کی طرف التفات کی اور اس کو باقاعدہ مدون کر کے کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ اور چونکہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی تھی جب تک کہ فصاحت و بلاغت کے قواعد و ضوابط اور اس کے متعلقہ علوم و فنون مدون نہ ہوں، اس بنا پر علم معانی و بیان و بدیع کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں وہ موشگافیاں کیں کہ آج تک عالم عربی کے یہ فنون بلا شبہ ہی مشرق کی تمام زبانوں کیلئے فصاحت و بلاغت کے مسائل کا سرچشمہ ہیں۔ اسی طرح علم فقہ، اصول فقہ، اور علم الکلام کا اصل منبع و سرچشمہ بھی قرآن فہمی اور اس کے معانی کی تحقیق و جستجو ہی کو سمجھنا چاہیے۔

لیکن قرآن مجید نے جن علوم کو پیدا کیا ان میں دینی و مذہبی اعتبارات سے سب سے زیادہ اہم اور ضروری علم تفسیر کا ہے۔ شروع شروع میں جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف فرما رہے قرآن مجید کے معانی و مطالب کو مدون کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، اول تو صحابہ کرام خود اہل لسان تھے اور اس بنا پر آیات قرآنی کا صحیح مفہوم و مقصد متعین کر لیتے تھے اور اس کی فصاحت و بلاغت کی حقیقت و گہرائی کے دریافت کرنے میں کسی علم و فن کی دستگیری کے محتاج نہ تھے۔ پھر اگر کوئی لفظ

مشترک ہوتا تھا، یا اصولِ فقہ کی اصطلاح سے مجمل و مشکل ہوتا تھا تو آنحضرت کا قول و عمل خود اس کی تشریح و توضیح اور معنی کی تعیین کر دیتا تھا۔ مثلاً اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا میں ربٰو کی حقیقت مشتبہ تھی، آپ نے الحنطۃ بالحنطۃ والشعیر بالشعیر والی حدیث سے اس کی توضیح کر دی۔ اور اگر پھر بھی کوئی اشکال باقی رہتا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی حقیقت دریافت کر لیتے تھے۔ مثلاً قرآن مجید کی آیت مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ نازل ہوئی تو ایک صحابی پوچھ بیٹھے کہ پھر [illegible] کیسے [illegible] اور [illegible] اتنے بڑے کہ جب آیت اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ الآیۃ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ بے اختیار رو پڑے اور سمجھ گئے کہ اس بشارت کے ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر و بشارت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ صحابہؓ کے بعد تابعین کا دور آیا، وہ قرآن مجید کے معانی و مطالب کی تحقیق، ناسخ و منسوخ کی پہچان، مشکل کی توضیح میں صحابہ کرامؓ کی طرف رجوع کر لیتے تھے، اور بس۔ یہ ضرورت نہ تھی کہ قرآن مجید کے علوم کو باقاعدہ مدون کیا جائے۔

لیکن جب اسلام کی بیشتر عرب سے نکل کر عجم اور دور دراز رہنے والی قوموں میں پھیلنے لگا تو بے راہی سے بچانے کے لئے ضروری ہوا کہ قرآن و حدیث کے مطالب کو مدون کیا جائے، اور اس سے متعلقہ علوم و فنون کی بھی تدوین کر دی جائے۔ اسی سلسلہ میں علوم التفاسیر کی بنیاد پڑی۔ اور اس فن کے کئی مختلف اسکول قائم ہوئے۔ علامہ ابن خلدون نے تفسیر کے ان مختلف اسکولوں پر تبصرہ کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے ہم اس کا خلاصہ درج ذیل کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان میں سے کون سا اسکول مسلمانوں کے لئے مفید ثابت ہوا اور کون سا غیر مفید، علامہ لکھتے ہیں:-

" تفسیر دو قسم کی ہو گئی۔ ایک تفسیر نقلی جو بزرگان کرام سے نقل کی ہوئی تھی اور ان کی طرف منسوب کی گئی تھی۔ اس تفسیر میں ناسخ و منسوخ کا بیان ہوتا تھا، نزول آیات کے اسباب اور آیات کے مقاصد معلوم ہوتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس تفسیر کا دارومدار صحابہ کرام و تابعین عظام کی روایات و آثار پر ہوتا تھا۔ بعض متقدمین نے ان سب کو اپنی کتابوں میں جمع کیا، لیکن کیا مگر ان کی کتابیں رطب و یابس، صحیح و ردی دونوں پر مشتمل تھیں، اور اس کا سبب یہ تھا کہ عرب اہل کتاب نہ تھے، ان پر بداوت اور امیت غالب تھی، ان کو جب کبھی کائنات عالم میں سے کسی شئے کی حقیقت یا آفرینش موجودات کے ابتداء یا دنیا کا کوئی راز معلوم کرنا ہوتا تھا تو وہ اس کے لئے اہل کتاب کی طرف رجوع کرتے تھے، اور یہ لوگ اپنی اپنی مذہبی کتابوں کی مدد سے

ان سے عجیب و غریب باتیں کہتے تھے، اور اہل عرب ان کو اپنی سادہ لوحی سے باور کر لیا کرتے تھے، پھر جب عرب مسلمان ہو گئے تب بھی ان کے پرانے خیالات اور قدیم سے سُنی ہوئی باتیں ان کے ذہنوں سے محو نہیں ہوئیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید کی تفسیر میں بھی اس طرح کی رکیک باتیں دخل پانے لگیں۔ اس طرح کی باتیں زیادہ تر کعب الاحبار، وہب ابن منبہ اور عبداللہ بن سلام سے منقول ہیں، پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ مفسرین نے کچھ تو اپنے تساہل اور کچھ خوش اعتقادی کی بنا پر ان روایتوں سے اپنی تفسیروں کو پُر کر دیا، یہ سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ مغرب میں ابو محمد بن عطیہ نے ان تفاسیر کی تلخیص کی اور ان روایات و آثار میں جو اقرب الی الصحۃ تھیں ان کو چُن لیا، اور حسن تلخیص کے بعد سے ایک کتاب میں ان سب کو جمع کر دیا۔ ابو محمد کے بعد قرطبی بھی اسی روش پر چلے اور انہوں نے اپنی مشہور تفسیر اسی انداز پر لکھی۔

تفسیر کی دوسری نوع یہ ہے کہ اس میں لغت، اعراب، اور بلاغت سے بحث کیا جائے تاکہ ان کی روشنی میں قرآن مجید کے مطالب و معانی کا ادراک کیا جا سکے، اس سلسلہ کی تفاسیر میں سب سے زیادہ اہم علامہ زمخشری کی کتاب الکشاف ہے لیکن چونکہ زمخشری معتزلی المذہب ہونے کی وجہ سے قرآنی بلاغت سے اپنے مذہب کے مطابق استدلال کرتے جاتے ہیں، اس لئے اہل سنت میں یہ تفسیر چنداں مقبول نہ ہو سکی۔

زمخشری کے بعد شرف الدین الطیبی نے ایک تفسیر لکھی جس میں انہوں نے زمخشری کی کتاب کی شرح کی، اور جہاں انہوں نے معتزلی عقائد کے اثبات کیلئے قرآن مجید سے استدلالات کئے تھے ان کی رکاکت دلائل قویہ سے ثابت کی۔"

علامہ ابن خلدون کی اس تقریر سے واضح ہوا ہوگا کہ قرآن مجید کی تفسیر ان دو مختلف نقطہائے نظر کے ماتحت لکھی گئی ہیں۔ اب یہ بتانا کہ ہر تفسیر میں کتنے رطب ہیں اور کتنا یابس، ایک ماہر نقاد فن کا کام ہے، اور اس کی تحقیق و جستجو کے لئے سالہا سال درکار ہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے انکار نہیں ہو سکتا کہ تفسیر کا فن مسلمانوں کا محبوب ترین فن ہے، اور انہوں نے اس سلسلہ میں جس قدر بھی جانکاہیاں اور کاوشیں کی ہیں مسلمانوں کی یہ تمام کوششیں اوراق پریشان کی طرح پراگندہ تھیں اور اردو میں کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس سے ان تمام کوششوں کی تاریخ و ترتیب یکجا طور پر معلوم ہو سکتی۔

خدا جزائے خیر دے پیش نظر کتاب "تاریخ التفسیر" کے فاضل مصنف کو کہ انہوں نے توجہ کی، اور اس کام کو سرانجام کر کے ملک کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

اس کتاب کے مصنف اس سے پہلے "تاریخ الحدیث" لکھکر حضرات اہل علم اور ارباب ذوق سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں، اور مجھکو قوی امید ہے کہ ان کی یہ کتاب بھی اپنی پیشرو کتاب کی طرح وقعت و قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیگی، اور اردو خواں طبقہ اس سے بہت کچھ استفادہ کریگا

سعید احمد اکبرآبادی

۱۳ مئی ۱۹۳۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ واھل بیتہ اجمعین۔

التماس

کم سوا چالیس برس سے میں ہر سال ایک کتاب تصنیف کرکے شائع کرا دیتا تھا۔ بُرا ہو اس بڑھاپے کا کہ اب کسی چھوٹے سے چھوٹے کام کا پورا کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے

مرحوم جوانی تجھے اللہ بخشے * تن تو سلامت ہے مگر جان نہیں ہے

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے کرم سے میرے فرزند دلبند مولوی قاضی محمد عبد الصمد صارم سلمہٗ فاضل دیوبند و مولوی فاضل کو میرا ہاتھ بٹانے کی توفیق دی۔ اب چار سال سے وہ تصنیف و تالیف میں مشغول ہیں۔

میں نے تاریخ علم تفسیر کے متعلق چند مسودات لکھکر سپرد کر دئے تھے۔ برخوردار موصوف نے یہ ضخیم کتاب مرتب کرکے پیش کر دی۔ بعد مطالعہ مجھکو اطمینان ہو گیا کہ میرے حسب مراد کام ہو گیا۔ اُمید ہے کہ مثل دیگر کتب کے یہ بھی مقبول اہل نظر ہوگی۔

خداوند ذوالجلال اپنے حبیب پاک کے طفیل سے اعلیٰ حضرت قدر قدرت سلطان العلوم نظام الدولہ نظام الملک مظفر الممالک آصف جاہ سابع میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کے عمر و اقبال، ملک و مال، اعزاز و اولاد و اعمال صالحہ میں برکت عظیم بخشے اور برخوردار موصوف کے عمر و صحت و علم میں ترقی عطا فرمائے اور سعادت دارین نصیب فرمائے۔ اور مسلمانوں کو توفیق خیر اور ظاہری و باطنی ترقی سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین

حقیر فقیر

قاضی ظہیر الحسن

۲

الباب الاوّل فی التاریخ

تفسیر کی ضرورت

خوشا وہ دل کہ ہو جس دل میں آرزو تیری ۔ خوشا دماغ جسے تازہ رکھے بو تیری

تفسیر کے معنی بیان کرنا یا صورت یا کسی تقریر کے مطالب کو سامعین کے قریب فہم کر دینا ہے، جو شخص جن اصول کو پیش کرتا ہے، اُن کی تفصیل و تشریح کرنا بھی اسی کا کام ہے اس کو مختلف استعداد و قابلیت کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، اسلئے یہ سمجھنا کہ اُس نے اپنے پیش کردہ اصول کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا، کیونکہ تمام اشخاص یکساں فہم و قابلیت کے نہیں ہوتے جب کلام وسیع پیمانہ پر صادر ہوتا ہے اور اس میں بے شمار مطالب کو مختصر فقروں میں ادا کیا جاتا ہے، غیر محسوس اشیاء کے حالات کا آئینہ سامنے رکھا جاتا ہے، احکام کو اس اسلوب سے بیان کیا جاتا ہے کہ موجودہ ضرورت کو بھی کافی ہوں اور آئندہ بھی اُس سے حسب ضرورت استنباط ہوتا ہے تو کلام میں استعارہ، مجاز، مبہم، مجمل بھی کچھ ہوتا ہے، اگر یہ نہ ہو تو کلام ناقص رہ جائے یا انتہا ہو کر حد تحمل بشری سے گذر جائے۔ قرآن مجید میں یہ تمام اوصاف اس طرح جمع ہیں کہ شان فصاحت و بلاغت میں فرق نہیں آیا، بلکہ اور چار چاند لگ گئے۔

اسلئے کلام کو تفسیر و تشریح کی ضرورت ہے، قرآن ایک کامل مکمل کتاب ہے، مگر اس کے سمجھنے کیلئے بہت سی چیزوں کی احتیاج ہے، مثلاً صرف، نحو، ادب، لغت، حدیث، تاریخ، جغرافیہ وغیرہ وغیرہ۔

قرآن میں تخم کی طرح سب کچھ موجود ہے، اس تخم سے درخت اگانے کی قوت و قدرت خداوند کریم نے انسان کو عطا فرمائی ہے۔

قرآن مجید میں دو قسم کی آیتیں ہیں، ایک محکم، دوسری متشابہات،
آیات محکمہ اصول کی اس طرح وضاحت کی ہے کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے،
آیات متشابہات (جو بہت سے معنوں کی متحمل ہو سکتی ہیں) کے اندر ذخائر علوم پنہاں ہیں
ان آیات سے دنیا قیامت تک فائدہ اٹھاتی رہے گی۔

اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ذکر آیا

س میں کچھ آیات محکم ہیں کچھ متشابہات ہیں۔

محکم: واضح المعنی صریح الدلالت، ان کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ اُمّ الکتاب یعنی اصول ہیں جو واضح طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

متشابہات دو قسم کی ہیں ایک وہ جو بہت سے معنوں کی متحمل ہو سکتی ہیں، ان کا تعلق زیادہ فروع سے ہے، اگر ان کی توضیح کی جاتی تو کلام کی انتہا نہ رہتی۔ دوسری وہ متشابہات جن کے معنی سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا، اس قسم کے متعلق ارشاد ہے وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ (یعنی کوئی ان کی تاویل نہیں جانتا اللہ کے سوا، اور ماہرین علوم کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے ہیں)۔

قرآن کریم نے ایک طرف تو یہ احسان کیا ہے کہ اصول کو واضح طور پر بیان کر دیا اور بحث و شبہ کی گنجائش نہ چھوڑی۔ دوسری طرف یہ احسان کیا کہ متشابہات کو پیش کیا۔ کیونکہ متشابہات ذخائر علوم ہیں جن سے دنیا ہمیشہ متمتع ہوتی رہے گی، متشابہات کے سمجھنے کے لئے کثیر التعداد علوم و فنون میں کامل دستگاہ کی ضرورت ہے:

قرآن نے انسان کو علمی و عملی کمال تک پہونچنے کا راستہ بتا دیا ہے اور ایسے ایسے اسرار اور حواس سے مستور اسرار کی طرف رہنمائی کی ہے جہاں نہ عقل کی رسائی ہے نہ حواس کی۔

قرآن بے شمار علوم کا سرچشمہ ہے، اس میں ظاہری و باطنی ترقی کے اصول موجود ہیں، بہت سے مطالب عالیہ اس کی عبارت کی تہ میں مستور ہیں، اس میں لطافت کے ساتھ فصاحت و بلاغت کے تمام لوازم موجود ہیں۔ تہذیب اخلاق، تمدن، سیاست، عبادات، معاملات سبھی کی تعلیم ہے بعض لوگ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ قرآن اس قدر سہل ہے کہ تفسیر کے لئے علوم و فنون میں خاص مہارت کی ضرورت نہیں، یہ ایک عظیم الشان غلطی ہے، اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جو اصول توحید و رسالت، عبادات، اخلاق و معاملات کے بیان ہوئے ہیں ایسے سہل ہیں کہ عام انسان بڑی آسانی سے سمجھ میں آ سکتے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص قرآن کی تفسیر و ترجمہ کر سکتا ہے:

قرآن کا طرز استدلال و مطالب پر ایسا سہل الماخذ ہے کہ جس کو ایک بڑے سے بڑا حکیم اور ایک جاہل دونوں سمجھ سکتے ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے فہم و مذاق کے موجب اس دلیل سے مستفیض ہو سکتا ہے بیان احکام میں ایسا سہل اور موثر طریق اختیار کیا ہے کہ جس سے بندوں کے دلوں پر اثر ہو اور

وہ تعمیل کے لئے آمادہ ہو جائیں، کہیں تو اپنی ذات و صفات کے اثبات کے بعد بیان کیا ہے تاکہ
آمر کی شان مستحق عمل پر آمادہ کر دے، کہیں تشریح و تشریعت ملا کر، کہ اعمال کا نتیجہ عمل پر آمادہ کر دے،
کہیں گذشتہ قوموں کے حالات کے بیان سے عبرت ہو اور نافرمانی سے باز رہیں۔

مفسر کو صرف و نحو، بیان، معانی، بدیع، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تاریخ،
علم کلام، علم تاریخ، علم جغرافیہ، علم اسماء الرجال، علم ہیئت، علم الزہد و رقاق، علم الاسرار، علم اخلاق و
الخفیات، علم سیر، علم حقائق موجودات وغیرہ وغیرہ کی ضرورت ہے۔

سب سے زیادہ حدیث پر عبور درکار ہے کیونکہ حضورؐ نے جو فرمایا وہ کلام الٰہی سے فرمایا ہے۔
خداوند ذوالجلال نے خود حضورؐ کو تفسیر و تشریح کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔
وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (اے نبیؐ!
ہم نے یہ قرآن تمہارے لئے اتارا ہے کہ لوگوں کو خوب کھول کر سمجھا دے)

اسلئے پہلی تفسیر قرآن مجید کی حدیث اور قرآن کے بیان ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
لیکن جس طرح قرآن میں عبارۃ النص، دلالۃ النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص، مفہوم، حقیقت و
مطالب سمجھتے ہیں اور اس میں ناسخ و منسوخ آیات ہیں اسی طرح حدیث میں ہیں۔ جس طرح قرآن
میں الفاظ و معانی موضوع لہا اور غیر موضوع لہا میں مستعمل ہیں، اسی طرح احادیث میں بھی ہیں۔

اس کے علاوہ علم حدیث ایک ایسا وسیع سمندر ہے کہ اس پر عبور حاصل کرنے کیلئے ایک عمر چاہئے
اور علوم و فنون میں کامل دستگاہ چاہئے، یہ ہر شخص کا کام نہیں۔

اخرج ابن ابی حاتم من طریق مالک بن انس عن ربیعۃ قال ان اللہ تبارک و تعالٰی
انزل الیک الکتاب مفصلا و ترک فیہ موضعا للسنۃ و سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و ترک فیہ موضعا للرای (یعنی اللہ پاک نے کتاب مفصل نازل فرمائی مگر حدیث کیلئے جگہ باقی رکھی
اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی مگر رائے کے لئے جگہ باقی رکھی۔ در منثور)

ان تمام امور پر نظر کر کے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر کا مرتبہ کس قدر بلند ہے ہر شخص
سے اس قدر علم حاصل کرنے کی امید نہیں ہو سکتی۔

فروعات کی کوئی حد و نہایت نہیں، ہمیشہ نئی نئی ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں، زمانہ
بدلتا رہتا ہے، نئے نئے علوم و فنون ایجاد ہوتے رہتے ہیں۔ ایسی کوئی کتاب نہیں جو تمام
فروعات پر حاوی ہو، اسلئے ضرورت ہے کہ متعدد قسم کے علماء حدیث و فقہ و تفسیر کی خدمت کے

مشغول رہیں اور تراجم و تفاسیر کا سلسلہ جاری رہے تاکہ خدا و رسول کے احکام اہل زمانہ کی فہم
سے قریب ہوتے رہیں اور پیش آمدہ ضروریات کا آسانی سے حل ہوتا رہے
لیکن یہ نہیں کہ ہندوستان کے بعض بے علم مفسرین کی طرح ہر شخص تفسیر و ترجمہ پر اس گھمنڈ
میں جرأت کرے کہ وہ چند ایسی اردو کتابوں کا مصنف ہے جنکو شہرت کی سند حاصل ہوئی ہے سہ

بوریا باف گرچہ بافندہ است ٭ نبرندش بکارگاہ حریر

تفسیر

قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ کرنا اور اُن کا مطلب بیان کرنا علم تفسیر ہے۔

تفسیر کے دو حصے ہیں۔

ایک معرفت ناسخ و منسوخ، اسباب نزول، مقاصد آیات کی تشریح، توضیح الفاظ غریبہ
شرح اجمال و ابہام، یہ حصہ نقل صحیح اور اقوال سلف صالحین سے متعلق ہے۔ سلف میں یہی تفسیر
رائج تھی اور اسی کو تفسیر کہتے تھے۔

دوسرا حصہ وہ ہے جو لغت، صرف، نحو، بیان، معانی وغیرہ علوم سے تعلق رکھتا ہے،
یہ علوم حصہ اول کے مبادی ہیں، اسمیں عقل کی حاجت ہوتی ہے، یہ حصہ نقل آثار سلف پر منحصر نہیں۔

علم تفسیر کا موضوع

موضوع علم وہ ہوتا ہے کہ جس کے حالات ذاتیہ سے بحث ہوتی ہے نہ کہ حالات غریبہ سے،
جو حالات خود موضوع کو عارض ہوں یا اُس کے اجزاء کو یا اُس کے مساوی کو وہ سب حالات ذاتیہ ہیں
موضوع کی ذات ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں، اور اگر کسی خاص من وجہ یا عام من وجہ یا مباین
کے ذریعہ عارض ہوں تو وہ حالات غریبہ ہیں۔

پس علم تفسیر کا موضوع قرآن مجید ہے کیونکہ اسمیں اسکے مطالب و مقاصد بیان کئے جاتے ہیں۔

مبادی علم تفسیر

علم تفسیر وہ ہے جسمیں الفاظ قرآن کی کیفیت نطق اور الفاظ کے معانی اور ان کے افرادی و
ترکیبی حالات اور ان کے تتمات کا بیان ہوتا ہے۔

کیفیت لفظی کی قید سے علم قرأت کی طرف، الفاظ کے معانی کی قید سے علم لغت کی، اور الفاظ کے احکام افرادی و ترکیبی کی قید سے صرف، نحو، بیان، بدیع کی، اور معانی ترکیبی کی قید سے مدلولات حقیقیہ و مجازیہ کی، اور تتمات کی قید سے ناسخ و منسوخ، ظاہر و نص وغیرہ اور توضیح قصص احکامات کی طرف اشارہ ہے، لہذا یہ علوم علم تفسیر کے مبادی ہیں۔

بعض مفسرین نے صحیح روایات کے جمع کرنے میں سعی کی ہے، اور بعض نے یہ خیال کیا کہ ناظرین کے پیش نظر تمام معلومات رہیں، رطب و یابس سب کچھ جمع کر دیا ہے، بعض نے ضرورت سے زیادہ اپنے اجتہاد و رائے کو دخل دیا ہے، اس لئے کسی تفسیر کے متعلق یہ کہنا کہ اس کا ہر قول صحیح و مستند ہے مشکل ہے، ہمیں وہی روایات صحیح ہیں جو صحیح ثابت ہو جائیں۔

کسی تفسیر کو معتبر کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس میں بہت کم نقائص ہیں، تفسیر بیضاوی ایک مقبول و معتبر و مشہور تفسیر ہے لیکن اس میں بھی ضعیف بلکہ موضوع روایات ہیں، علماء نے اس کے ان نقائص کو افسوس کے ساتھ ظاہر کر دیا ہے، اکثر مفسرین نے محدثین کی طرح روایات لینے میں احتیاط نہیں کی اسلئے قرآن کی وہ تفسیر جو کتب صحاح میں موجود ہے یا جو ائمہ سنت کی شرائط پر ہے قابل اعتماد ہے ان کے سوا جو کچھ ہے اس کی ذمہ داری مفسر پر ہے۔

مفسرین نے اقوال علماء و اسرائیلیات و تاریخی قصص وغیرہ علوم سے بھی حسب ضرورت کام لیا ہے ان کو بطور تائید و استدلال پیش کیا ہے، یہ ذخائر اسی حد تک قابل تسلیم ہیں جہاں تک کہ مستند روایات سے ان کی تطبیق ہو سکے۔

تین قسم کی تفسیریں

اس وقت تک جس قدر تفاسیر لکھی گئی ہیں وہ تین قسم کی ہیں۔ (۱) جن میں صرف روایت ہے (۲) جن میں روایت کی کثرت اور درایت کی قلت ہے (۳) جامع بین الروایۃ والدرایۃ۔

مفسر کا فرض

مفسر کو لازم ہے کہ ترجمہ و تفسیر میں احادیث و اقوال صحیحہ سلف صالحین کا اتباع کرے، اگر اس کے خلاف کریگا تو یہ تفسیر بالرائے ہوگی جس کے متعلق حضور کا ارشاد ہے من قال فی القرآن بغیر علم وفی روایۃ برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار (جس نے قرآن میں بغیر علم اپنی رائے کر

کچھ کیا، اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

دورِ فتن

اسلام میں حضرت خلیفۂ ثالث عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے آخر دورِ خلافت سے فتنہ و انشقاق رونما ہوا۔ اور وہ بڑھتے بڑھتے عظیم الشان فتنے بن گئے، اہل ضلالت نے حدیثیں بنانی شروع کیں اور بعض حدیثوں میں تحریف و تغیر و تبدیل کیا، ائمہ اسلام کو حدیث کی حفاظت کی فکر ہوئی، انہوں نے حیرت انگیز جانفشانی کر کے حدیث کو سنبھال لیا، تفسیر اور دیگر علوم و فنون کی طرف توجہ کرنے کی کسی کو فرصت نہ ہوئی اور جب قرآن و حدیث منضبط ہو گئے تو اس کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں مانا جا سکتا۔

بعض ایسے اشرار تھے کہ انہوں نے اپنے نام و لقب ائمہ اسلام کے نام و لقب پر رکھ کر دھوکہ دیا، اپنی تصانیف کے اوپر نام رکھے، اہل حق کی کتابوں میں تحریف کرنے کی کامیاب سعی کی، پہلے مطابع تو تھے نہیں، قلمی کتابیں ہوتی تھیں اسلئے تحریف و تلبیس کرنے والوں کا داؤں چل گیا۔

بعض اہل باطل نے اہل حق کے لباس میں ظاہر ہو کر کارستانیاں کیں، ان کے علاوہ عالم اسلام میں ایسے ایسے فتنے برپا ہوئے کہ علماء ائمہ دین قتل کئے گئے، شہر جلائے گئے، یہ حوادث ایسے تھے کہ ان میں تمام تصانیف کی حفاظت دشوار کیا بلکہ ناممکن تھی، اس لئے اہل شر نے کتابوں میں تحریف بھی کی اور بعض کتابیں خود تصنیف کر کے اہل حق کے نام سے شائع کیں۔ بہت سے غلط اقوال سلف صالحین کی طرف منسوب کر دیئے، ان بزرگوں کا نام سن کر بعض اکابر بھی ان اغلاط کا شکار ہو گئے، بعض تفسیروں میں ایسے اقوال ہیں جو صاحب تفسیر کے عقائد و مذہب کے صریح خلاف ہیں یہ سب محرفین کی کارستانیاں ہیں۔

زریں اصول فیصلہ یہی ہے اور صحیح ہے کہ احادیث صحیحہ سے جو روایت ثابت ہو جائے یا ائمہ ستہ کے معیار پر پوری اتر جائے یا وہ قول و روایت مسلمات اہل حق کے خلاف نہ ہو صحیح ہے، باقی غلط ہے، خواہ وہ کسی کی طرف منسوب ہو۔

ایسے معاملہ میں کسی بزرگ کا نام سن کر مرعوب ہونا یا تسلیم کرنا سخت غلطی ہے۔

تفسیر قرنِ اوّل میں

تفسیر عہدِ رسالت میں

قرآن کلام الٰہی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ خداوند ذوالجلال نے حضور میں ایسی قابلیت پیدا کر دی تھی کہ آپ منشاء الٰہی کو سمجھ جاتے تھے اور آپ کو وحی جلی اور وحی خفی کے ذریعے احکام سے آگاہ بھی کر دیا جاتا تھا۔ جو سورت یا آیت نازل ہوتی آپ مسلمانوں کو اس کا مطلب سمجھا دیتے تھے۔ اصل آیت کے علاوہ جو کلام ہوتا تھا اس کو حدیث کہتے ہیں۔

مفسّرِ اوّل اور پہلی تفسیر

اس لئے قرآن مجید کے مفسّرِ اوّل حضور علیہ السلام اور پہلی تفسیر حدیثِ رسول اکرم ہے۔
امام شافعی نے فرمایا ہے کہ آنحضرت نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا استنباط آیاتِ قرآنی سے کیا ہے۔
ابن حجاج کا قول ہے کہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں ان کی اصلیت قرآن میں بجنسہٖ یا قریب قریب موجود ہے۔

تطابقِ آیات و حدیث

اسی وجہ سے اکثر صحابہ کا یہ طرز تھا کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اس کی تصدیق و توثیق کے لئے آیت پڑھتے۔

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول تفضل صلوۃ الجمیع صلوۃ احدکم وحدہ بخمس وعشرین جزءًا وتجتمع ملائکۃ اللیل والنہار فی صلوۃ الفجر ثم یقول ابو ھریرۃ واقرءوا ان شئتم ان قرآن الفجر کان مشھودًا۔ اخرجہ البخاری واحمد بن حنبل یعنی ابو ہریرہ نے کہا میں نے رسول کریم سے سنا ہے کہ جماعت کی نماز اور منفرد کی نماز میں پچیس جزو کا فرق ہے اور انہوں نے کہا کہ اگر چاہو تو اسی مفہوم حدیث کے مطابق یہ پڑھو۔ ان قرآن الفجر کان مشھودًا۔

عن ابی ھریرۃ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی ترد اللقمۃ واللقمتان انما المسکین الذی یتعفف اقرءوا ان شئتم لا یسئلون الناس الحافًا۔ اخرجہ البخاری (یعنی) ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں جس کو ایک لقمہ یا دو لقمے دیے جاتے ہیں

کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا کہ اس حدیث کا مذاکرہ کرتے رہو کہیں جاتی نہ رہے کیونکہ وہ قرآن کی طرح محفوظ و جمع نہیں اب اگر تکرار نہ کروگے تو حدیث ضائع ہوجائیگی، کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے کل بیان کی آج بیان نہیں کرتا بلکہ روزانہ بیان کرو)

عن عطاء عن ابن عباس قال اذا سمعتم منا حديثا فتذاكروه بينكم (دارمی) عطاء کہتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا کہ جو مجھ سے سنا کرو اس کا مذاکرہ کیا کرو)

عن نافع عن ابن عمر قال اذا اراد احدكم ان يحدث فليردده ثلاثا (دارمی) نافع نے کہا کہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی حدیث بیان کرے تو تین مرتبہ اس کا اعادہ کرے)

عن عطاء بن السائب عن ابيه عن ابي الاحوص عن عبد الله قال تذاكروا هذا الحديث فان حياته مذاكرته (دارمی) عطاء کہتے ہیں کہ ابن مسعود نے فرمایا کہ حدیث کو آپس میں دہراتے رہو کیونکہ اس کی زندگی تکرار ہی میں ہے)

عن ابي نضرة عن ابي سعيد الخدري قال تذاكروا الحديث فان الحديث يهيج الحديث (دارمی) ابو نضرہ نے کہا کہ ابو سعید خدری نے فرمایا کہ حدیث کو یاد کیا کرو کہ حدیث حدیث کو یاد دلاتی ہے۔

روایت کتابت حدیث

بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو اگر حدیث ضروری چیز ہوتی تو آپ اس کے لکھنے اور حفاظت کا حکم دیتے۔

قرآن و حدیث و اقوال صحابہ و تابعین سے پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ حفاظت حدیث کی تاکید ہے حضور علیہ السلام عبادات و معاملات و سنن میں ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے اور یہ ممکن اور مناسب بھی نہ تھا بعض فروعی احکام میں مصلحت وقت کی موافق تغیر و تبدل بھی فرما دیتے تھے، کتب حدیث و سیر میں ایسی مثالیں موجود ہیں، جیسے متعہ کی حلت و حرمت، اس لئے ائمہ اسلام نے یہ اصول قرار دیا ہے کہ آخر زمانہ کی حدیثیں قابل عمل ہیں، کیونکہ ابتداء میں اسلام اور مسلمانوں کے حالات میں جلد جلد تغیر واقع ہو رہا تھا، قرآن مجید بتدریج نازل ہو رہا تھا اور آخر زمانہ میں تمام معاملات پختگی کی حد کو پہنچ گئے تھے، اس لئے آخر زمانہ کے حکم کو ابتدائی عہد کے حکم پر ترجیح دی جاتی ہے۔ ابتداء میں چونکہ مسلمانوں میں خواندہ اشخاص کم تھے، فہم و فراست میں سب یکساں نہ تھے، قرآن مکمل نہ تھا، اس لئے حضور کو یہ خیال ہوا کہ مبادا کوئی شخص غلطی سے حدیث کے جملوں کو جزو آیت سمجھ کر لکھ لے اس لئے

نام سے مشہور ہوا۔

ابو جعفر نحاس متوفی ۳۳۸ھ نے اس سے روایات لی ہیں اسلئے یہ نسخہ چوتھی صدی تک موجود تھا اور اب بھی متفرق کتب خانوں میں اس کے متفرق نسخے موجود ہیں۔

چونکہ اس عہد میں تابعین اپنے اساتذہ صحابہ کی حدیث اور اقوال جمع کرتے تھے اس لئے بہت سے مجموعے ہوں گے چند مجموعوں کا تذکرہ ہم نے تاریخ الحدیث میں کیا ہے۔

اشارے کتب خانہ میں اگر کوئی کتاب نہیں تھا۔ اور تابعین کی تالیف باقی ہیں (المنتظم)۔

اس عہد تک تفسیر کی یہ صورت تھی کہ آیت اور اس کے ساتھ حدیث یا تشریح تابعی یا تبع تابعی۔ اس عہد میں ابو الاسود دؤلی نے قرآن مجید پر اعراب لگائے اور اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا اور علم نحو کے قواعد مرتب کئے۔ چونکہ اعراب کا بہت کچھ تعلق علم تفسیر سے ہے اسلئے یہ بھی علم تفسیر کے مبادی میں سے ہے۔

اعراب و علم نحو کا موجد مورخین نے ابو الاسود کو قرار دیا ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ یہ کام ابو الاسود نے کس کے حکم سے کیا۔ بعض نے حضرت عمرؓ، بعض نے حضرت علیؓ، بعض نے زیاد بن ابیہ، بعض نے حجاج ابن یوسف کا نام لیا ہے۔ اس اختلاف کا باعث یہ ہے کہ ابو الاسود نے ان تمام حکام کا زمانہ پایا ہے۔ واقعہ یوں ہوا کہ ایک اعرابی نے مدینہ آکر سورہ برات یاد کی، یاد کرانے والا کوئی کم علم تھا اس نے آیت إِنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ کو اس طرح پڑھایا کہ رسولہ کے لام کے نیچے زیر پڑھے اس صورت میں یہ معنی ہوتے کہ اللہ مشرکین سے اور رسول سے بیزار ہے۔ اعرابی نے کہا کہ جب اللہ رسول سے بیزار ہے تو میں بھی بیزار ہوں۔ یہ خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی انہوں نے اعرابی کو بلا کر کہا کہ رسولہ پر پیش ہے اب معنی یہ ہوئے کہ اللہ اور رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ قرآن وہ شخص پڑھا سکتا ہے جو ماہر علم لغت وغیرہ ہو اور ابو الاسود کو حکم دیا کہ اعراب لگائیں اور قواعد مرتب کریں۔ بعض نے اس واقعہ کو حضرت علیؓ اور بعض نے زیاد اور بعض نے حجاج کے زمانہ کا لکھا ہے۔ مگر قرین قیاس یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے عہد کا ہے کیونکہ تعلیم قرآن و حدیث وغیرہ پر باضابطہ توجہ اسی عہد میں جاری ہوئی ہیں۔ گمان غالب یہ ہے کہ اعراب حضرت عمرؓ کے عہد میں لگائے گئے اور رسالہ حضرت علیؓ کے عہد میں تصنیف کیا۔

ابو الاسود کا ایک مختصر رسالہ اعراب کے متعلق تھا اور ایک قواعد نحو کے متعلق۔ ان کا ایک رسالہ جو چھ سطروں کے چار ورقوں کا تھا جس میں بحث فاعل و مفعول لکھی تھی جو ان کے شاگرد یحییٰ بن یعمر

متوفی سنہ ۱۲۰ھ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ محمد بن اسحٰق نے حدیث زفر البداری کی الستی کا نام ابن محمد ابن حسین نامی ایک شخص کے کتب خانہ میں دیکھا تھا اور اس پر علان نحوی اور مفسر ابن شمیل متوفی سنہ ۲۰۳ھ کے دستخط تھے۔ اس کتب خانہ میں محمد بن اسحٰق نے خالد بن الیاس کے ہاتھ کا لکھا قرآن مجید، امام حسنؑ امام حسینؑ حضرت علیؓ اور دیگر کاتبان رسول کی تحریریں، صحابہ، ابو عمرو ابن العلاء ابو عمرو بن عمر سنہ ۱۵۴ھ وابو عمرو شیبانی و اصمعی سنہ ۲۱۶ھ وابن الاعرابی و سیبویہ سنہ ۱۶۱ھ و فراء سنہ ۲۰۷ھ و کسائی سنہ ۱۸۹ھ کی تحریریں صرف و نحو و لغت کی اور سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، اوزاعی محدثین کی تحریریں بھی دیکھیں۔

(فہرست ابن الندیم)

تفسیر عہد خلافت راشدہ کے بعد

تابعین اپنے اساتذہ صحابہ سے احادیث و اقوال لکھتے تھے، اس طرح بہت سے مجموعے مرتب ہوگئے جیسے صحیفہ ہمام بن منبہ سنہ ۱۰۱ھ شاگرد حضرت ابوہریرہؓ، امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس نسخہ سے روایات لی ہیں جو صحیح مسلم میں موجود ہیں، امام مسلم کی وفات سنہ ۲۶۱ھ میں ہوئی اسلئے یہ نسخہ تیسری صدی ہجری میں موجود تھا۔

ہمام ابن منبہ نے ایک کتاب بدء الخلق کے متعلق لکھی تھی جس میں آیات اور انکی تفسیر اور احادیث تھیں، یہ کتاب سنہ ۳۰۰ھ تک موجود تھی (تاریخ الحدیث)

خلیفہ عبدالملک ابن مروان نے حضرت سعید بن جبیر تابعی سے قرآن کی تفسیر لکھائی یہ خزانہ شاہی میں محفوظ رہی، کچھ عرصہ بعد عطاء بن دینار کے ہاتھ آگئی اور انہیں کے نام سے مشہور ہوئی (میزان الاعتدال) خلیفہ عبدالملک کی وفات سنہ ۸۶ھ میں ہوئی اس لئے یہ تفسیر سنہ ۸۶ھ سے قبل کی تصنیف تھی۔

مجاہد تابعی سنہ ۱۰۳ھ نے تفسیر لکھی، یہ کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔

امام حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، محمد بن کعب قرظی نے تفسیریں لکھیں۔

(ایثار الحق علی الخلق لابن الوزیر الیمنی)

ابوالعالیہ، عکرمہ، قتادہ، سدی، عطاء خراسانی، علی بن طلحہ، کلبی، شبل، ابن جریج، مقاتل، شعبہ، ثوری نے تفسیریں لکھیں۔

تابعین نے جو تفسیریں تصنیف کیں ان کا طرز یہ تھا کہ آیت اور اس کے تحت میں حدیث اور اقوال صحابہ و تابعین نقل کرتے تھے، قصص و علمی نکات پر زیادہ توجہ نہ تھی۔

عکرمہ، علی بن ابی طلحہ، مقاتل نے علم الوجوہ والنظائر پر کتابیں لکھیں چونکہ یہ سب بزرگ

ہمعصر تھے، اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ شرف اولیت کس کی وراثت ہے

تفسیر قرن ثانی میں

قرآن مجید کے متعلق خداوند ذوالجلال نے خود فرمایا ہے "انا لہ لحافظون" (ہم اس کے نگہبان ہیں) یہ وعدہ اس صفائی سے پورا ہوا کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں مخالفین بھی اس کے قائل ہیں کہ قرآن تحریف و تصرف سے پاک ہے، سر ولیم میور لکھتا ہے کہ قرآن کے سوا ایسی کوئی کتاب نہیں جو بارہ سو برس سے بجنسہٖ موجود رہی ہو (لائف آف محمد)

اور درحقیقت خداوند کریم نے قرآن کی حفاظت کا ایسا سامان کر دیا کہ جس میں تغیر کا امکان وہم میں بھی باقی نہ رہا، مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک پانچ وقت قرآن نماز میں پڑھا جاتا، کروڑوں حافظ دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، اس کے علاوہ حروف و حرکات تک شمار میں آکر محفوظ ہوگئے ہیں، تیس سے زیادہ علوم اس کی حفاظت و صیانت کے لئے مدون ہوئے اور ابتدائی زمانے سے لیکر دسویں صدی تک قرآن کے لئے علوم و فنون ایجاد ہوتے رہے،

ابو عبید متوفی ۲۲۴ھ نے علم غرائب التفسیر (کم استعمال ہونے والے الفاظ کا علم) پر کتاب لکھی

امام کسائی نے علم متشابہ القرآن پر تصنیف کی۔

امام شافعی نے علم احکام القرآن اور علم فضائل القرآن پر تصانیف کیں۔

محمد بن مستنیر قطرب بصری ۲۰۶ھ نے علم آیات محکمہ پر کتاب لکھی۔

اس قرن میں ساٹھ سے زیادہ کتابیں علوم قرآن اور تفسیر قرآن اور علوم تفسیر کے متعلق تصنیف ہوئیں، اور اس قرن سے تفسیر میں علمی نکات پر بھی بحث ہونے لگی،

تفسیر قرن ثالث میں

اس قرن میں تفسیر و علم تفسیر کے متعلق سب سے زیادہ تصانیف ہوئیں اور بعض فنون ایجاد ہوئے۔

علم افراد و جمع۔ اس کے متعلق سب سے پہلی تصنیف شیخ ابو الحسن سعید بن مسعدہ الاخفش الاوسط ۲۱۲ھ نے کی۔

علم اسباب النزول پر سب سے پہلے شیخ علی بن مدینی ۲۳۴ھ نے کتاب لکھی۔

بہت سوں نے جھلادیا۔ چوتھی صدی سے چھٹی صدی تک جو کام ہوا اگرچہ وہ تفسیر کے مقاصد سے کسی قدر دور تھا لیکن پھر بھی ایک گونہ اسکی ضرورت تھی اور وہ مفید تھا۔ امام فخرالدین رازی نے تفسیر لکھی اسمیں علوم اور عقلیات پر اس وجہ بحث کی کہ مخالف کیلئے کوئی گنجایش نہ چھوڑی، اُس زمانہ میں اسی کی ضرورت تھی لیکن پرانے لوگ کب اُٹھے اور سچ کہا کہ امام رازی کی تفسیر میں تفسیر کے سوا سب کچھ ہے کیونکہ اصل تفسیر تو یہ تھی کہ ایک آیت اور اس کے ساتھ حدیث یا اقوال صحابہ وتابعین یہ تکلفات نہ تھے، یہ تکلفات اس درجہ بڑھے کہ خواجہ نظامی گنجوی گھبرا کر چلا اُٹھے ؂

دین ترا در پئے آرایش اند	در پئے آرایش و پیرایش اند
بس کہ بر و بستہ شدہ برگ و ساز	گر تو ببینی نہ شناسیش باز

مگر یہ سلسلہ ایسا شروع ہوگیا تھا کہ پھر ترقی ہی کرتا چلا گیا، لیکن زمانہ کی موافق وہ ایک درجہ مفید تھا، بارہویں صدی کے نصف سے جو کام ہوا ہے وہ مفید کم اور مضر زیادہ۔

رسم خط قرآن پر ابو عمرو الدانی

آداب قرات کا مفسرین پر ابن جوزی

خواص قرآن پر ابو سعید عبدالقاہر بن طاہر التمیمی سنہ ۴۲۹ھ

مبہمات القرآن پر سہیلی

طرز مجادلہ پر نجم الدین طوفی

امثال القرآن پر امام ابو الحسن ماوردی سنہ ۴۵۰ھ

علوم القرآن پر قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی سنہ ۵۴۳ھ

مناسبۃ آیات و سور پر شیخ ابو جعفر احمد بن ابراہیم بن زبیر غرناطی سنہ ۷۰۸ھ

علم فواتح و علم بدائع پر شیخ ابن ابی الاصبع قرطبی سنہ ۶۵۴ھ

علم کنایات و تعریض پر شیخ ابن باقیا سنہ ۴۸۵ھ

علم تشبیہ و استعارات پر شیخ ابو القاسم البغدادی

علم وجوہ مخاطبات پر ابن الجوزی

علم حقیقۃ و مجاز پر شیخ عزالدین عبدالسلام سنہ ۶۶۰ھ

نے تالیفات کیں اور بہت سے علوم و فنون پر مصنفین نے کتابیں لکھیں یا ضخیم مجلد تفسیریں تصنیف ہوئیں۔ ابتدا سے لیکر آج تک کس قدر تفسیریں لکھی گئیں ان کا شمار مشکل ہے۔ میں نے سعی کی ہے کہ

چند داستانیں ہی کی تمام تفاسیر کو معلوم کر لیں۔ کامیاب نہ ہو سکا۔ پانسو سے زیادہ تفاسیر کے اسماء نوٹ کیے ہیں۔

تفسیر اور خاندان نبوت

یہ کئی جگہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حدیث قرآن مجید کی تفسیر ہے اور فقہ حدیث کی تفسیر ہے۔ اسی لئے ہر محدث مفسر ہے۔ اگرچہ رواج یہ ہو گیا ہے کہ جو علماء درس و تدریس تصنیف و تالیف علم حدیث میں مشغول ہیں محدث کہلاتے ہیں اور جو تفسیر کی تعلیم و تعلم میں مصروف ہیں مفسر مشہور ہیں۔

اصحاب و ازواج رسول و آل پاک کے قریبا سبھی افراد محدث و مفسر تھے اور ان کی معلومات کے ذریعہ بہت کچھ علم امت کو پہنچا ہے۔ حضرت محمود بن لبید کا قول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں حدیث کا مخزن تھیں مگر حضرت عائشہ و ام سلمہ کا ان میں کوئی حریف نہ تھا (طبقات ابن سعد)

ازواج مطہرات میں باعتبار علم و فضل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ سب سے بلند ہے یہ بڑی عالمہ فاضلہ ماہر حدیث و تفسیر تسلیم کی گئی ہیں۔ رواۃ حدیث میں مکثرین میں ان کا چوتھا نمبر ہے ان سے (۲۲۱۰) حدیثیں مروی ہیں ان میں سے (۱۷۴) متفق علیہ (۵۴) افراد بخاری (۶۹) افراد مسلم ہیں۔ اسلئے صحیح بخاری میں ان کی کل روایات (۲۲۸) ہیں اور صحیح مسلم میں (۲۴۳) ہیں۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ احکام شرعیہ میں سے ایک چوتھائی ان سے منقول ہے۔ مجتہدین صحابہ ان سے حدیث و تفسیر کے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم کے آخر میں ان کی تفسیر کا کسی قدر حصہ منقول ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ماہر حدیث و تفسیر تھیں ان کا مکثرین میں بیسواں نمبر ہے (۳۷۸) حدیثیں روایت کیں۔ ان میں سے تیرہ متفق علیہ، تین افراد بخاری، تیرہ افراد مسلم ہیں۔ اگر ان کے فتاووں کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم رسالہ تیار ہو جائے ان کے فتاووں کی یہ خصوصیت ہے کہ عموما متفق علیہ ہیں۔

ترجمان القرآن حبر الامت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے، صحابہ میں سب سے بڑے مفسر تسلیم کئے گئے ہیں، مکثرین میں ان کا دوسرا نمبر ہے (۱۶۶۰) حدیثیں روایت کی ہیں۔ ایک تفسیر بھی انکی مشہور ہے۔

حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ حدیث و تفسیر کے بڑے امام تھے۔ مسروق تابعی کا قول ہے کہ تمام اصحاب کا علم علی و عبداللہ بن مسعود میں محصور تھا۔ محدثین میں ان کا تیسرا نمبر ہے۔

ان کی روایات کی تعداد (۱۰۸۶) ہے یہ تعداد خلفاء راشدین میں سے کسی کی بھی نہیں، صحیح بخاری میں حضرت علیؓ کی (۲۹) روایتیں ہیں، اتنی روایتیں نہ حضرت ابوبکرؓ کی ہیں نہ حضرت عثمانؓ کی۔

جگر گوشۂ رسول کریم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضور کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں۔ (۱۸) حدیثیں روایت کیں، یہ تعداد ازواج مطہرات میں سے حضرت زینبؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت سودہؓ سب سے زیادہ ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے براہ راست رسول کریم سے (۱۳) اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (۸) روایتیں کی ہیں، باقی ان دونوں حضرات کی کل روایات کا شمار نہیں ہوا، یہ تعداد بھی بہت سے جلیل القدر صحابہ بالخصوص ان بیس اصحاب سے زیادہ ہے جن کی روایات کا شمار ہوکر فہرست مرتب ہو گئی ہے، یہ فہرست راقم سطور نے تاریخ الحدیث میں نقل کی ہے۔ اور ازواج مطہرات میں ام المومنین حضرت جویریہ و ام المومنین حضرت سودہ سے زیادہ ہے۔

یہاں یہ بات بھی خیال میں رکھنی چاہئے کہ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو کوئی میری طرف غلط بات منسوب کریگا اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اسلئے اکثر صحابہ روایت حدیث کرتے ہوئے گھبراتے تھے کہ کہیں کوئی کمی بیشی نہ ہو جائے، اور کثرت روایت سے دوسروں کو بھی منع کرتے تھے، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک تھا، اور اسی کا اثر خاندان نبوت پر تھا۔

امام باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما یہ دونوں باپ بیٹے اسلام کے بڑے مجتہدین امام اعظم، امام مالک، امام سفیان ثوری، امام اوزاعی کے استاد تھے، امام اعظم کا قول ہے کہ میں نے امام جعفر کا مثل نہیں دیکھا، امام باقر کی تفسیر بھی تھی۔ (فہرست ابن الندیم)

امام المفسرین امام حسن بصری نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے، علاوہ دیگر اصحاب و تابعین کے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بھی شاگرد تھے، صوفیا نے ان کو حضرت علی کا شاگرد لکھا ہے لیکن محدثین کو اس میں کلام ہے، مگر امام حسن سے فیض یافتہ ہونے میں شک نہیں۔

جس روایت کو حضرت امام زین العابدین نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام حسین سے اور انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کیا ہو اسکو اصطلاح محدثین میں اصح الاسانید کہتے ہیں۔ صحابہ میں سب سے بڑے مفسر تین مانے گئے ہیں: عبداللہ بن عباس، علی مرتضیٰ، عبداللہ بن مسعود، اول الذکر دونوں حضرات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، صحابیات میں حضرت عائشہ

و حضرت ام سلمہ بھی حدیث تفسیر تسلیم کی گئی ہیں۔ یہ دونوں امہات المومنین ہیں۔ غرض ہمارا علم تفسیر سلسلۂ اصحاب کبار و خاندان نبوت سے چلا آیا ہے۔

تفسیر اور ہندوستان

جہاں کہیں کوئی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی یا مسلمان پہنچا، قرآن و حدیث اس کے ساتھ گیا۔ چند تاریخی شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام عہد رسول کریم ہی میں پہنچ گیا تھا۔ (اس کے متعلق مفصل مضمون والد ماجد نے اپنی کتاب خاندان ہند میں لکھا ہے)۔

بعض مزارات کے متعلق مشہور ہے کہ صحابی کے مزارات ہیں۔ حضرت تمیم صحابی (تمیم الداری نہیں یا کوئی دوسرے) ہندوستان میں آئے، یہیں وفات پائی، کولم علاقہ مدراس میں ان کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے، یہیں ایک قبر ہے اس پر یہ کتبہ ہے (اسمٰعیل بن مالک بن دینار [illegible])۔ مالک بن دینار متوفی [illegible] مشہور تابعی اور مفسر ہیں، اسمٰعیل ان کے بیٹے تبع تابعی ہوئے اور کچھ عجب نہیں کہ تابعی ہوں کیونکہ ان کی ولادت [illegible] کی بھی فرض کی جائے تو اس زمانہ میں بہت سے اصحاب زندہ تھے، ممکن ہے کسی صحابی کی دولت دیدار سے مشرف ہوئے ہوں، اخیر یہ ہو یا نہ ہو، تبع تابعی ہونے میں تو شک نہیں، قرن اول کے محدثین و مجتہدین و مصنفین میں امام اوزاعی کا خاص مرتبہ ہے، یہ تبع تابعین میں سے تھے، امام ابوحنیفہ، امام مالک کے ہمعصر تھے، ان کا مذہب شام و اندلس میں [illegible] تک جاری رہا پھر معدوم ہو گیا، تذکرۃ الحفاظ میں ان کے بیان میں لکھا ہے واصلہ من سبی السند (ان کی اصل سندھ کے قیدیوں میں سے ہے)

ابو معشر نجیح بن عبد الرحمٰن مشہور محدث و فقیہ و مصنف سندھ کے تھے، ۱۷۰ھ میں وفات پائی، خلیفہ ہارون رشید نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مشہور محدث رجا جو مرتبہ رجال کے ذکر میں معرفۃ الحدیث (حدیث کے ارکان میں سے ایک رکن تھے) لکھتے ہیں سندھی تھے، ۲۲۱ھ میں وفات پائی، ہندوستان سے ایران گئے تھے، اسفرائین میں مشہور رہے۔ اسی طرح ہندوستان میں بہت محدث و مفسر گزرے ہیں، ہم نے تاریخ الحدیث میں ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔

حدیث قرآن کی اور فقہ قرآن و حدیث دونوں کی تفسیر ہے، اور یہی دونوں تفسیر کا ماخذ ہیں۔ مسلمان جب ہندوستان آئے تو عرصہ تک جنگ و جدال کا سلسلہ رہا، پھر وقت تو تعلیم

انقلابات رونما ہوئے، اس لئے ابتدائی دور کے مصنفین و علماء کے حالات کتابوں میں کم ملتے ہیں
جس ملک کے ایسے کامل محدث گذرے ہوں کہ جنہوں نے مجتہدین کی صف اول میں جگہ پائی ہو
جہاں ایسے محدث ہوئے ہوں جن کی تعریف امام حاکم نے کی ہو جہاں کنز العمال جیسی کتاب
تصنیف ہوئی ہو وہاں حدیث و تفسیر کا کس قدر ذخیرہ ہوگا۔

ایک تفسیر ہندوستان میں ایسی لکھی گئی ہے جس کی نظیر عالم اسلام پیش نہیں کر سکا۔ وہ علامہ فیضی
نے اس کی مدح کی ہے یعنی سواطع الالہام للفیضی۔

مجھے مفسرین ہند کے حالات کما حقہ دریافت نہیں ہو سکے۔ مجھے اعتراف ہے کہ میری معلومات
بہت کم ہے معمولی تلاش سے جس قدر فراہم کر سکا ہوں پیش کر رہا ہوں، چونکہ ملک دکن کے متعلق
علیحدہ مضمون ہے، اس لئے دکن کے مفسرین کا یہاں ذکر نہ ہوگا۔

مولانا عبد اللہ بن الہداد تلنبی۔ تلنبہ موضع ہے ملتان کے پاس، متوفی ۹۲۲ھ، یہ
صاحب تفسیر ہیں۔

شیخ محمد طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار متوفی ۹۸۶ھ
شیخ حسن محمد گجراتی، ان کی تفسیر کا نام تفسیر محمدی ہے، ۹۸۲ھ میں وفات پائی۔
شیخ مبارک بن خضر ناگوری (والد فیضی) ان کی تفسیر کا نام منبع عیون المعانی چار
جلدوں میں ہے، ۱۰۰۱ھ میں وفات پائی۔
علامہ ابو الفیض فیض اللہ فیضی، اکبر بادشاہ کے مصاحب تھے، ان کی تفسیر سواطع الالہام
دو جلدوں میں ہے، اس تفسیر میں کوئی حرف منقوط نہیں آیا، دو سال میں تصنیف کی، ۱۰۰۴ھ
میں وفات پائی۔
قاضی عبد الشہید سہروردی، ان کی تفسیر کا نام جان القرآن تھا، دس جلدیں تھیں۔
شیخ نظام الدین تھانیسری بلخی، ان کی تفسیر کا نام تفسیر نظامی ہے، ۱۰۳۶ھ میں وفات پائی
ملا عبد السلام لاہوری شاگرد ملا فتح اللہ شیرازی، بیضاوی کے محشی، ۱۰۳۷ھ
میں وفات پائی۔
ملا عبد السلام دیوہ شاگرد ملا عبد السلام لاہوری، بیضاوی کے محشی ہیں، متوفی ۱۰۳۹ھ
ملا عبد الحکیم سیالکوٹ کے رہنے والے تھے، ملا کمال الدین کشمیری کے شاگرد تھے،
شاہجہاں بادشاہ ان کی بہت قدر کرتا تھا، دو مرتبہ ان کو ترازو میں روپیے تولا اور جس قدر روپیے

سنہ [illegible]ھ میں وفات پائی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کے مرید اور شاہ ولی اللہؒ کے شاگرد تھے، شاہ عبدالعزیز ان کو بیہقیِ وقت کہا کرتے تھے اور حضرت مرزا صاحب علم الہدیٰ کے لقب سے یاد فرماتے تھے، ان کی تفسیر عربی میں تفسیر مظہری نام نہایت معتبر تفسیر ہے، سنا گیا ہے کہ اس کے ایک جزو کا اردو میں ترجمہ بھی ہو گیا ہے،
اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علی خان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے دست کرم سے زیر طبع ہے، قاضی صاحب نے سنہ ۱۲۲۵ھ میں وفات پائی۔

شاہ عبدالقادر دہلوی شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیٹے تھے، امام وقت تھے، ان کا اردو ترجمہ مع مختصر فوائد موضح القرآن نہایت مستند ترجمہ ہے، سنہ ۱۲۳۰ھ میں وفات پائی۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیٹے، امام وقت تھے، ان کی تفسیر کا نام فتح العزیز ہے نہایت معتبر و مستند تفسیر ہے، سنہ ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی۔

مولوی ولی اللہ بن سید احمد علی فرخ آبادی ان کی تفسیر نظم الجواہر تین جلدوں میں ہے سنہ ۱۲۴۹ھ میں وفات پائی۔

سید دلدار حسن قنوجی سورہ ویل للمطففین کی تفسیر لکھی سنہ ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی۔

مفتی محمد سعید احمد مدراسی، ان کی فارسی میں تفسیر غرائب الرحمٰن نام ہے مطبوعہ سنہ ۱۲۷۶ھ

نواب قطب الدین خان دہلوی، شاہ عبدالعزیز دہلوی و شاہ اسحٰقؒ کے شاگرد تھے محدث و مفسر، جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، ان کی تفسیر کا نام جامع التفاسیر ہے معتبر تفسیر ہے غالباً سنہ ۱۲۸۹ھ میں وفات پائی۔

شاہ رؤف احمد بھوپالی ان کی تفسیر رؤفی تین جلدوں میں ہے، سنہ ۱۲۴۸ھ میں طبع ہوئی

مولانا ابوالبرکات رکن الدین معروف مولوی تراب علی لکھنوی ان کی شرح تفسیر جلالین ہے، اس کا نام ہدایۃ ہے، سنہ ۱۲۸۱ھ میں وفات پائی۔

مولانا حیدر علی فیض آبادی تفسیر فتح العزیز مصنفہ شاہ عبدالعزیز پر ان کا ذیل ہے غالباً سنہ ۱۲۹۹ھ کی تصنیف ہے،

مفتی محمد یوسف حنفی فرنگی محلی لکھنوی، ان کا بیضاوی پر حاشیہ ہے، سنہ ۱۲۸۶ھ میں وفات پائی۔

مولوی سلام اللہ بن شیخ الاسلام دہلوی۔ ان کی تصنیف کا نام کمالین ہے یہ تفسیر جلالین کی شرح ہے (مطبوعہ ۱۲۹۴ھ)

مولوی فیض الحسن سہارنپوری۔ ان کی تصنیف جلالین پر تعلیق ہے (مطبوعہ ۱۲۸۶ھ)

مولوی لطف اللہ بنگالی ان کی تفسیر کا نام تاج الکتاب ہے رسالہ ۱۲۸۱ھ میں ستر برس کی تصنیف ہے

شاہ عبد الحکیم دہلوی ان کی تفسیر کا نام تفسیر وجیز ہے، ۱۳۰۸ھ میں وفات پائی۔

مولوی ہدایت اللہ قاضی محمد اسمٰعیل صدیقی نقشبندی کے شاگرد تھے۔ ان کی تفسیر کا نام تفسیر الکلام ہے۔ سنہ ۱۳۰۰ھ میں وفات پائی۔

مولانا صبغت اللہ بن محمد غوث بن محمد ناصر الدین مدراسی، ان کی تفسیر کا نام فیض الکریم ہے

مولوی سید ابو القاسم لاہوری، ان کی تفسیر کا نام مواہب التنزیل ہے۔

سید مرتضیٰ بلگرامی شاگرد شاہ ولی اللہ کثیر التصانیف تھے، سورہ یونس کی تفسیر لکھی

مولوی مشتاق احمد حنفی انبیٹھوی ان کی تفسیر سورہ الاعلیٰ کی ہے، اس کا نام الکلام الاعلیٰ فی تفسیر سورۃ الاعلیٰ باحادیث المصطفیٰ ہے۔

نواب صدیق حسن خان ابن سید اولاد حسن قنوجی ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے ۱۳۰۷ھ میں وفات پائی۔ سادات قنوج سے تھے عالم متبحر تھے، عربی، فارسی، اردو نظم و نثر لکھنے میں خاص ملکہ تھا، توفیق تخلص تھا، قریب تین سو کتابوں کے انکی تصنیف سے ہیں۔

نواب شاہجہاں بیگم والیہ بھوپال نے ان سے عقد ثانی کیا تھا۔ تفسیر میں ان کی دو تصنیفیں ہیں، تفسیر فتح البیان ۴ جلدوں میں ہے یہ تفسیر فتح القدیر شوکانی کی تلخیص ہے، لیکن اس میں اور دوسری تصنیف ترجمان القرآن میں شیخ احمد بن محمد ابن قاضی زادہ متوفی ۱۰۶۸ م اور حاشیہ جمل وغیرہ سے نقل کر کے اضافہ کیا ہے، نواب صاحب کے تلمیذ مولوی ذوالفقار احمد نے لکھا ہے:-

"چونکہ فتح البیان و ترجمان القرآن و تکملہ ترجمان القرآن میں ان لوگوں کی کتب سے اکثر منقول ہے"

اور لکھتے ہیں:-

"فتح البیان تفسیر فتح القدیر امام شوکانی کی تلخیص ہے لیکن یہ پوری تلخیص نہیں بلکہ اور کتب تفاسیر سے اس میں بہت زیادتی کی گئی ہے۔"

اور لکھتے ہیں:-

اتحاف میں ہے فتح القدیر سے فتح البیان تلخیص فرمائی پھر اور کتب تفاسیر سے اس پر زیادتی کی پھر نظر ثانی

کرلی وغیرہ سے کچھ اور زیادہ ہو" (اقتصار الارب)

تفسیر اور حدیث کی کتابیں کتب سابقین ہی کی مدد سے تالیف ہوتی ہیں، کسی کتاب سے نقل کرنا یا کسی کی تلخیص کرنا عیب نہیں۔ لیکن نواب صاحب نے اکسیر فی اصول التفسیر میں بڑے بڑے مفسرین پر ہاتھ صاف کیا ہے اور نقل و تلخیص کو ان کے حق میں بطور طنز و طعن لکھا ہے اس لئے ہم ان حوالوں کو نقل کیا۔

نواب صاحب کی اُردو تفسیر ترجمان القرآن اور عربی تفسیر فتح البیان جس تفسیر کی تلخیص ہے یعنی فتح القدیر شوکانی وہ تفسیر ابن کثیر، بیضاوی، جلالین، کشاف وغیرہ وغیرہ تفاسیر سے مرتب کی گئی ہے اور تفسیر ابو السعود سے بہت کچھ مدد لی گئی ہے، چنانچہ مولوی ذوالفقار احمد صاحب لکھتے ہیں: "شیخ شیخنا علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر فتح القدیر میں درایت کی بنا اسی پر (تفسیر ابو السعود) پر رکھی ہے" (اقتصار الارب)

تفسیر ابو السعود ایک مقبول اور عمدہ تفسیر ہے، اور قاضی شوکانی کی تفسیر کی گویا بنا اسی پر ہے لیکن نواب صاحب اس تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں۔ "ماخذ این تفسیر کشاف و بیضاوی و شروح و حواشی آں است مضامین ایشاں را بعبارت رنگین و سبک متین بربط و ضبط کلام موزوں ساختہ و داد نکات دادہ گویا کتاب علم معانی و بیان است مقصود تفسیر در ان کمتر توان یافت" (اکسیر فی اصول التفسیر)

یہ اس تفسیر پر رائے ہے جس کے خوشہ چین کے خود خوشہ چین ہیں گویا نواب صاحب کے نزدیک بیضاوی و کشاف وغیرہ کتب سابقین وغیرہ سے نقل کرنا، ان کے مطالب کو واضح کرنا سرقہ ہے اور مقصود تفسیر نہ کشاف میں ہے نہ بیضاوی میں نہ تفسیر ابو السعود میں، اگر ہے تو ان سب کی تلخیص تفسیر شوکانی اور نواب صاحب کی تفسیر میں، سبحان اللہ کیا کہنا!

ادورد بن کرنیلیس فنڈیک نے اپنی کتاب اکتفاء القنوع بما ھو المطبوع (مطبوعہ قاہرہ) میں نواب صاحب کے ترجمہ میں اُن پر چند اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات مولوی ذوالفقار احمد نقوی سانگوری شاگرد نواب صاحب نے اقتصار الارب میں دئے ہیں۔

منجملہ دیگر اعتراضات کے صاحب اکتفاء القنوع نے نواب صاحب کے حسب نسب غربت و افلاس پر بھی اعتراض کیا ہے میرے نزدیک ایسی کتاب جس میں مصنفین و علماء کا تذکرہ ہو اس میں کسی کے علم اور تصنیف پر بحث یا نکتہ چینی کرنا تو درست ہے، حسب نسب غربت و افلاس پر طنز و طعن کرنا روا نہیں اس لئے میں صاحب اکتفاء کے اس قسم کے اعتراضات کو قابل توجہ خیال نہیں کرتا باقی یہ کہ تسلیم ہے

مولانا محمود حسن ۔ دیوبند کے رہنے والے اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے، مولانا محمد قاسم نانوتوی کے شاگرد تھے، شیخ الہند لقب تھا، چند کتابوں کے مصنف تھے، ان کا اردو ترجمہ قرآن مجید نہایت صحیح و مقبول ہے، اس ترجمہ پر ان کے شاگرد رشید مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے بہترین فوائد لکھے ہیں، شیخ الہند نے ۱۳۳۹ھ میں وفات پائی۔

مفسرین حال

مولانا اشرف علی ۔ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے باشندے ہیں، مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اور مولانا محمود حسن شیخ الہند کے شاگرد ہیں، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی طرف سے مجاز طریقت ہیں، ایک سو کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی تفسیر بیان القرآن نام ۱۲ جلدوں میں ہے جو بہترین تفسیر ہے، قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا ہے جو صحیح و مستند ہے،

مولانا احمد علی ۔ لاہور میں رہتے ہیں، مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ (شاگرد رشید شیخ الہند) کے شاگرد ہیں، تفسیر کا درس دیتے ہیں، طلبہ کا ہجوم رہتا ہے۔ چند سورتوں کی تفاسیر بھی شائع کی ہیں، راقم سطور بھی ایک عشرہ تک شامل درس رہا ہے۔

خواجہ عبد الحی ۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں پروفیسر ہیں، ان کی تفسیر کا نام الخلافۃ الکبریٰ ہے، علماء کو ان کی تفسیر سے اختلاف ہے۔

مولانا ابو الکلام آزاد ۔ محی الدین احمد نام، کلکتہ میں رہتے ہیں، ہندوستان کے مشہور عالم اور لیڈر ہیں، کثیر التصانیف ہیں، صاحب تفسیر ہیں، لیکن علماء کو ان کی تفسیر پر اعتراض ہے،

مولانا شبیر احمد عثمانی ۔ دیوبند کے باشندے، شیخ الہند کے شاگرد ہیں، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے صدر مدرس اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم ہیں، مشہور مصنف و نامور عالم ہیں، فتح الملہم نام شرح صحیح مسلم ان کی تصنیف ہے، قرآن مجید ترجمہ شیخ الہند پر بہترین فوائد لکھے ہیں، فوائد کیا ہیں مختصر و معتبر تفسیر ہے،

مولوی عاشق الٰہی ۔ میرٹھ کے رہنے والے مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے شاگرد ہیں، کثیر التصانیف ہیں، قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے جو معتبر و مستند ہے۔

مولوی ثناء اللہ ۔ امرتسر کے باشندے، شیخ الہند کے شاگرد ہیں، مذہب اہلحدیث کے پیرو ہیں، مشہور مناظر و مصنف ہیں، کثیر التصانیف ہیں، ان کی تفسیر کا نام تفسیر ثنائی ہے جس میں

آریوں کے اعتراضات کا رد ہے۔

مولانا حسین احمد مدنی — قدیم باشندے فیض آباد کے ہیں، مدینہ منورہ میں عرصہ تک رہ کے حرم نبوی میں درس دیا کرتے تھے، شیخ الہند کے شاگرد ہیں، مولانا رشید احمد گنگوہی کی طرف سے مجاز طریقت ہیں، اس وقت دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس ہیں، محدث ہیں، مفسر ہیں، آپ کے درس میں طلبا کا ہجوم رہتا ہے، جامع کمالات ظاہری و باطنی ہیں، ہندوستان کے نامور عالم اور شیخ ہیں، صاحب تصنیف ہیں، اسلامی و قومی و ملکی خدمات کی بدولت بہت سے مصائب آلام برداشت کئے ہیں، شیخ الہند ثانی و اسیر الہند مشہور ہیں، ہندوستان کی ایک عظیم الشان اور مقتدر ہستی ہیں جو احمد حنبل ثانی کے لقب سے یاد کی جاتی ہے، مرتاض، متقی، مہمان نواز ہیں، حلم و انکسار و تواضع خدمت خلق آپ کا طرۂ امتیاز ہے ؎

ثابت قدم فقر کو ہے نفس کشی شرط + بے دیو کے مارے ہوئے رستم نہیں ہوتا

ہندوستان کے تمام شہروں میں محدث و مفتی گزرے ہیں اور اس زمانہ میں تو بہت سے قصبات میں بھی مدارس قائم ہیں۔

بدایوں، لکھنؤ، آگرہ، لاہور، دہلی یہ شہر مرکز علوم رہے ہیں، میں نے ان مقامات کے بعض مشاہیر کو خطوط لکھے تاکہ علما کے حالات معلوم کروں مگر کسی طرف سے جواب موصول نہیں ہوا لہذا اپنی محدود معلومات ہی پر اکتفا کیا گیا۔ میں نے تعصب و کسی خیال کو دخل نہیں دیا بلکہ جہاں تک میری معلومات تھیں ہر خیال کے علما کا میں نے ذکر کیا ہے ؎

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن
آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

تاریخ وفات کہو جنات الفردوس منزلہ ہے۔

مولوی عبدالصمد بن نواب خشکوہ الملک نصیر الدولہ عبدالوہاب خان نصرت جنگ،
ان کی تفسیر کا نام تفسیر وہابی ہے جو دکنی زبان میں ہے ۱۲۸۰ھ میں وفات پائی۔
مولوی عزیز اللہ عرف عمر بیگ اورنگ آبادی اس عہد میں تیسویں پارہ کی تفسیر لکھی جس کا نام چراغ ابدی ہے
یعنی ۱۲۸۴ھ کی تصنیف ہے۔ اور بہت سے محدث و مفسر علما گزرے ہیں۔

تفسیر اور سلطان العلوم

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ درحقیقت سلطان العلوم ہیں، دنیا کا کوئی حصہ و خطہ ایسا نہیں جہاں کے علما اعلیٰ حضرت کے وظیفہ خوار نہیں، علما و مصنفین کا ایک گروہ کثیر حضور کے دست کرم کے طفیل میں باطمینان درس و تدریس تصنیف و تالیف میں مشغول ہے، اعلیٰ حضرت کے عہد سعادت مہد میں جو جو علمی ترقیاں ہوئیں ان سب کا بیان اس کتاب کے مقصد سے خارج ہے، یہاں صرف علوم دینیہ کا مختصر تذکرہ مقصود ہے کیونکہ مفصل بیان ہم تاریخ الحدیث میں کر چکے ہیں۔ خاص بلدہ میں دائرۃ المعارف، اشاعۃ العلوم، ادارۂ علمیہ اور کئی ادارے قدیم و جدید کتب کی اشاعت کی خدمت انجام دے رہے ہیں اسلاف صالحین کی وہ نادر و نایاب تصانیف جن کا نام ہی بڑے بڑے علما نے سنا تھا، آج شہنشاہ دین پرور و علم دوست کے دست کرم سے ہر طالب علم کے ہاتھ میں آ رہی ہیں، دائرۃ المعارف نے عرب و عجم و یورپ سے ائمہ اسلام کی تصانیف کو تلاش کر کے طبع کرایا ہے، ان مطبوعات کی فہرست ڈیڑھ جزو پر شائع ہوئی ہے اور ان میں سے خاص خاص کتابیں یہ ہیں۔

کنز العمال، مستدرک، سنن کبریٰ، مشکل الآثار، جامع المسانید، مسند ابی داؤد طیالسی، تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، لسان المیزان، تجرید اسماء صحابہ، وغیرہ وغیرہ

بلدہ کے علاوہ ہندوستان کی تمام مشہور درسگاہوں اور دارالعلوموں کی امداد جاری ہے مثل ندوۃ العلماء، مدرسہ عالیہ، مدرسہ کلکتہ، مظاہر العلوم سہارنپور، دارالمصنفین اعظم گڑھ وغیرہ وغیرہ
اس عہد ہمایوں میں قدیم تفاسیر میں سے الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم مصنفہ شیخ عبدالکریم ابن سبط الشیخ عبدالقادر جیلانی متوفی سنہ ۸۰۵ھ دائرۃ المعارف نے شائع کی ہے۔
تفسیر مظہری مصنفہ قاضی ثناء اللہ منجانب اشاعت العلوم شائع ہو رہی ہے۔
تفسیر بقاعی مصنفہ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی ۸۸۵ھ جو ایک بے نظیر تفسیر ہے

دائرۃ المعارف میں زیر تجویز طبع ہے۔

مولوی وحید الزمان خان نواب وقار نواز جنگ شاگرد مولانا لطف اللہ علیگڑھی تمام کتب صحاح کے مترجم، تفسیر وحیدی کے مصنف ہیں، ان کی تصنیفات معتبر ہیں۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب تفسیر ثنائی بوظیفہ خوار دولت آصفیہ ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی وظیفہ خوار دولت آصفیہ ہیں۔

مولانا عبد البصیر آزاد عتیقی سیوہاروی ابن حافظ نور الحسن، شیخ الہند مولانا انور شاہ مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری و مفتی عزیز الرحمن دیوبندی کے شاگرد ہیں، چند سال سے دکن میں مقیم ہیں۔ اکثر حضرات نے زیادہ مفید کتب کے مصنف ہیں، ان کی تفسیر کا نام اسرار التنزیل فی تفسیر سورۃ الفیل ہے۔ اس تفسیر کو شہید علماء نے پسند کیا ہے۔ راقم سطور کے چچازاد بھائی ہیں۔

راقم سطور اپنے والد ماجد قاضی ظہور حسن صاحب ناظم کے ذریعہ سے مکتوبات دولت آصفیہ سے دعا گو ہے کہ ان دو تمام چند الناس ۔ تمام اولاد سایہ پائندہ دار

راقم سطور کے اسناد یہ ہیں۔

البیان المستند فی اسانید حبل العمل

(۱) حضرت شیخ الہند ثانی مولانا حسین احمد مدنی مد ظلہ العالی
حضرت مولانا مد ظلہ شاگرد ہیں حضرت شیخ الہند کے
نیز حضرت مولانا کو سند ہے مولانا عبد الحق تلمیذ مولانا قاسم نانوتوی سے
نیز حضرت کو سند ہے مولانا رشید احمد گنگوہی سے۔
نیز حضرت کو سند ہے مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے
نیز حضرت کو سند ہے مولانا حسب اللہ شافعی مکی سے
نیز حضرت کو سند ہے مولانا عبد الجلیل برادہ مدنی سے
نیز حضرت کو سند ہے مولانا عثمان عبد السلام داغستانی مفتی احناف مدینہ منورہ سے

(۲) مولانا اعزاز علی امروہوی مد ظلہ تلمیذ شیخ الہند۔
(۳) مولانا سید اصغر حسین عرف میاں صاحب مد ظلہ تلمیذ شیخ الہند
(۴) مولانا عبد السمیع دیوبندی مد ظلہ شاگرد شیخ الہند
(۵) مولانا محمد ابراہیم بلیاوی مد ظلہ شاگرد شیخ الہند

(۲) مفتی محمد شفیع مدظلہ شاگرد مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ

راقم سطور نے اس وقت تک سات کتابیں تصنیف کی ہیں۔ (۱) اربعین اعظم (۲) سوانح شیخ الہند (۳) ضروری کلمہ خیال (۴) محمود اور فردوسی (۵) تاریخ الحدیث (۶) الدر المکنون فی تفسیر سورۃ انا اعطینا (۷) یہ تاریخ التفسیر۔

تاریخ الحدیث کو علماء عامۂ زمرے نے بھی طلب فرمایا اور پسند فرمایا ہے، محمود اور فردوسی یہ کتاب دوبارہ شائع ہوئی، اور بعض حضرات باتقاضا کئی بھیجی کئی فرمائشیں بدستور ہیں، کابل طلب کی گئی تھی، کابل کے اخبار انیس نے اپنے پرچہ ۲۱ صفر ۱۳۶۳ھ میں اس پر عمدہ اور زبردست ریویو کیا ہے۔ اور جناب عبدالحی صاحب مدیر اخبار طلوع افغان قندہار نے، اسکے فارسی میں ترجمہ کرنے کی اجازت حاصل کی ہے۔

اعلیٰ حضرت کے عہد ہمایوں میں جو دینی و علمی خدمات انجام پائی ہیں اُن کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں، اکثر اسلامی مدارس و مصنفین کو امداد دیجاتی ہے۔ حضور کی یہ قدردانی صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں بلکہ غیر مسلم اداروں کو بھی امداد دیجاتی ہے، ان کے تذکرہ کا یہ موقع نہیں، راقم سطور نے ان کا مفصل ذکر اپنی کتاب حضرت دکن کی کہانیاں میں کیا ہے۔

شجرات محدثین و مفسرین و مصنفین ہند

ہندوستان کے علماء کا سلسلہ سمجھنے کیلئے مختصر یہ چند سلسلے لکھے جاتے ہیں، ایک ایک محدث و مفسر و مصنف کے بہت سے اساتذہ ہیں، اس لئے سلسلے بھی بہت ہیں، سب کا تذکرہ دشوار ہے، اکثر سلاسل علماء کی تصانیف میں مذکور ہیں۔

شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز نے اپنی متعدد تصانیف میں مفصل اپنی اسناد کو لکھا ہے۔

شاہ عبدالغنی مجددی عمری کی اسناد رسالہ الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی میں مذکور ہیں۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن کی اسناد رسالہ الورد المنضود فی اسانید شیخ الہند محمود میں ہیں۔

مولانا سید انور شاہ کشمیری کی اسناد رسالہ [illegible] فی اسانید الشیخ الانور میں ہیں۔

شیخ الہند ثانی امیر الہند مولانا سید حسین احمد مدنی مدظلہ العالی کی اسناد کا تذکرہ رسالہ الزبرجد فی اسانید الشیخ حسین احمد میں ہے۔

(۱) شاہ ولی اللہ عن الشیخ محمد افضل بن خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ ....

.... عن الشیخ احمد مجدد الف ثانی عن الشیخ یعقوب الصرفی الکشمیری عن

احمد بن حجر المکی عن القاضی زکریا عن الحافظ ابن حجر العسقلانی۔

(۲) الشیخ نور الحق عن الشیخ عبد الحق الدہلوی عن خواجہ معصوم عروۃ الوثقیٰ

(۳) الشیخ نور الحق عن الشیخ عبد الحق الدہلوی عن عبد الوہاب المتقی عن علی المتقی عن ابی الحسن البکری عن الامام السیوطی عن السخاوی ابی العباس الطرابلسی عن الحافظ ابن حجر رحمہ

(۴) شاہ ولی اللہ عن ابی طاہر الکردی المدنی عن الشیخ عبد اللہ اللبیب اللاہوری عن الملا عبد الحکیم السیالکوٹی عن الشیخ عبد الحق الدہلوی۔

(۵) الحافظ ابن حجر العسقلانی عن ابی الفضل المراغی عن ابی الفضل العراقی عن الحافظ منذری عن الحافظ عبد الغنی بن عبد الواحد المقدسی عن ابی موسیٰ المدینی عن الحافظ اسمٰعیل التیمی عن الحافظ حمید عن الخطیب البغدادی۔

خطیب بغدادی سے قبل و بعد بہت سے سلاسل ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں سلسلہ مسند ذیل راقم سطور نے بہت سی کتابوں کے مطالعہ کے بعد مرتب کیا ہے اسمیں فوائد رجال بکثرت ہے:

خطیب البغدادی عن الامام سعد الزنجانی عن حسین بن محمد [illegible] عن ابی جعفر الرازی عن عبد اللہ بن عبد اللہ [illegible] عن عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ عن عمر و عثمان و علی و عبد اللہ بن مسعود و عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شجرہ محدثین و مفسرین عالم

سلاسل کثرت سے ہیں یہاں صرف دو سلسلے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) امام ابو حنیفۃ امام اعظم عن حماد بن سلیمان عن ابراہیم النخعی عن علقمۃ بن قیس النخعی عن عبد اللہ بن مسعود و علی ابن ابی طالب وغیرہما رضی اللہ عنہم۔

(تفصیل ملاحظہ ہو ص۱۵ و ص۲۳ پر)

(۱) سلسلہ تلامذہ مفسرین و محدثین عالم
امام ابو حنیفہ امام اعظم رح
امام مالک
امام سفیان ثوری
امام ابو یوسف
امام محمد
امام زفر
عبد اللہ بن مبارک
مسعر بن کدام
وکیع بن الجراح
لیث بن سعد
مکی بن ابراہیم
فضل بن دکین
یحییٰ بن سعید
ابو جعفر السالک
یحییٰ بن معین
احمد بن حنبل
علی بن المدینی
ابو عوانہ
طبرانی
ابن عدی
ابو یعلیٰ موصلی
امام بخاری
امام مسلم
امام ابو داؤد
امام نسائی
ابن خزیمہ
امام ترمذی
امام ابن ماجہ
حاکم
دار قطنی
امام بیہقی
ابو بکر خطیب بغدادی
اسحاق بن راہویہ
امام دارمی
امام ذہلی

الباب الثانی فی الکتب

تمام تفاسیر و کتب کے متعلق کچھ لکھنا تو کجا ان کی فہرست بھی مرتب نہیں ہو سکتی۔ اس باب میں بعض بہت زیادہ مشہور تصانیف کے متعلق مختصراً لکھا جائے گا۔ جن جمہور مفسرین کی کئی کئی تفسیریں ہیں ان میں سے طوالت سے بچنے کیلئے ایک ہی کا ذکر کیا ہے۔ بعض اسماء کے ساتھ اور بھی ایک دو نام لکھ دیے ہیں۔ اس باب میں تقریباً پانچ سو تفاسیر کے اسماء و حالات درج ہیں۔

تصانیف قرن اول

تصانیف عہد رسالت

حضور علیہ السلام آیات قرآنی کی تشریح و تفصیل کیا کرتے تھے۔ اس لئے قرآن کے سب سے پہلے مفسر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور قرآن کی سب سے پہلی تفسیر احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ احادیث کا زیادہ حصہ آیات قرآنی سے ہے۔ اس لئے حدیث کا ہر مجموعہ قرآن کی تفسیر ہے۔

خاکسار نے تاریخ تدوین حدیث میں عہد رسالت کے حدیث کے (۳۴) مجموعوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے کتاب الصدقہ خود حضور نے حضرت ابوبکر بن حزم صحابی کو لکھوائی۔ یہ دو صفحے کا رسالہ تھا۔ اس میں زکوٰۃ کے احکام تھے۔ گویا آیات زکوٰۃ کی تفسیر تھی۔ اس کی نقول دیگر امراء کو بھی بھیجی گئیں (دارقطنی۔ مسند احمد بن حنبل)

حضور نے حضرت وائل بن حجر صحابی کو نماز، روزہ، ربوٰا، شراب وغیرہ کے احکام لکھوا کر دئے تھے گویا آیات صوم و صلوٰۃ وغیرہ کی تفسیر تھی (معجم صغیر)

ان ۳۴ مجموعوں میں سب سے زیادہ ضخیم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی کتاب الصادقہ تھی۔ اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔ (بخاری، اصابہ، طبقات ابن سعد، ابوداؤد) لیکن حضور کے عہد سعادت مہد میں جو کچھ لکھا گیا وہ سب حدیثوں کا مجموعہ تھا۔ خالص تفسیر کے نام سے کوئی مجموعہ نہ تھا۔

تصانیف عہد خلافت راشدہ

تفسیر اُبی ؓ: حضرت ابی بن کعب صحابی رضی اللہ عنہ متوفی سنہ ۲۰ ہجری نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ اس مجموعہ سے امام احمد بن حنبل نے مسند میں، امام جریر طبری نے تفسیر میں، امام حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ لیا ہے۔ حاکم نے سنہ ۴۰۵ھ میں وفات پائی اسلئے یہ تفسیر پانچویں صدی تک ضرور موجود تھی۔ (رسالہ مبادی التفسیر شیخ محمد خضری دمیاطی)

تفسیر عباسی - حضرت عبد اللہ بن عباس صحابی رضی اللہ عنہ متوفی سنہ ۶۸ھ کی تفاسیر کا مجموعہ۔ حضرت ابن عباس کی تفسیر کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ انمیں زیادہ معتبر وہ روایات ہیں جو کہ معاویہ ابن ابی صالح نے علی بن طلحہ سے اور انہوں نے ابن عباس سے کی ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی سلسلے پر اعتماد کیا ہے۔ ان کے علاوہ عکرمہ متوفی سنہ ۱۰۵ھ و طاؤس بن کیسان متوفی سنہ ۱۰۶ھ [illegible] و قیس بن مسلم کوفی متوفی سنہ ۱۲۰ھ کے طریق بھی صحیح ہیں۔ حضرت ابن عباس کی تفسیر کے متفرق و مختلف نسخے کتب خانوں میں ہیں۔

تصانیف عہد خلافت راشدہ کے بعد

تفسیر سعید بن جبیر - حضرت سعید بن جبیر تابعی متوفی سنہ ۹۵ھ کی تصنیف تھی۔ حضرت سعید نے یہ تفسیر حسب فرمائش خلیفہ عبد الملک بن مروان تصنیف کی تھی۔ اس خلیفہ نے سنہ ۸۶ھ میں وفات پائی اسلئے یہ تفسیر سنہ ۸۶ھ سے قبل کی تصنیف ہے۔

خلیفہ نے اس کو شاہی خزانہ میں محفوظ کرا دیا تھا کچھ عرصہ کے بعد یہ تفسیر حضرت عطا بن دینار تابعی متوفی سنہ ۱۲۶ھ کے ہاتھ لگی اور انہی کے نام سے مشہور ہوئی (میزان الاعتدال)

تفسیر ابی العالیہ - حضرت ابی العالیہ ریاحی تابعی متوفی سنہ ۹۰ھ کی تصنیف ہے۔ یہ حضرت ابی بن کعب صحابی کی تفاسیر کا مجموعہ تھا۔ ابو العالیہ سے ربیع ابن انس اور ان سے ابو جعفر رازی روایت کرتے تھے۔ یہ سلسلہ معتبر ہے۔ امام ابن جریر اور امام احمد بن حنبل [illegible] حاکم و ابن ابی حاتم اسی سلسلے سے روایت کرتے تھے۔

تفسیر اسود بن یزید - حضرت اسود بن یزید تابعی متوفی سنہ ۷۵ھ کی تصنیف۔

تفسیر نخعی - حضرت ابراہیم نخعی تابعی متوفی سنہ ۹۵ھ کی تصنیف۔

تفسیر شعبہ - امام شعبہ بن الحجاج متوفی سنہ ۱۶۰ھ کی تفسیر۔
تفسیر ثوری - امام سفیان ثوری متوفی سنہ ۱۶۱ھ کی تفسیر کتب خانہ ریاست رامپور میں موجود ہے۔

تصانیف قرن ثانی

غرائب القرآن - مصنفہ شیخ ابو زید مورج متوفی سنہ ۱۹۵ھ

تفسیر القرآن - مصنفہ امام مالک متوفی سنہ ۱۷۹ھ

تفسیر حجاج - مصنفہ شیخ حجاج بن محمد متوفی سنہ ۱۸۶ھ ایک جلد قریب الحجم ہے۔

البرہان فی توجیہ متشابہ القرآن - مصنفہ امام کسائی سنہ ۱۸۹ھ۔

تفسیر ثور - مصنفہ شیخ ابو عبداللہ محمد بن ثور صنعانی متوفی سنہ ۱۹۰ھ تین جلد قریب

تفسیر وکیع - مصنفہ شیخ وکیع بن الجراح محدث متوفی سنہ ۱۹۷ھ

تفسیر سفیان - مصنفہ شیخ سفیان بن عیینہ محدث متوفی سنہ ۱۹۸ھ

تفسیر ہشیم - مصنفہ شیخ ہشیم بن بشیر متوفی سنہ ۱۸۳ھ

تفسیر ابن وہب - مصنفہ شیخ عبداللہ بن وہب بن مسلم الفہمی القرشی متوفی سنہ ۱۹۷ھ

احکام القرآن - مصنفہ امام شافعی متوفی سنہ ۲۰۴ھ۔ شیخ ابو محمد مکی قیسی متوفی سنہ ۴۳۷ھ نے اس کا اختصار کیا اور مختصر احکام القرآن نامی کتاب شیخ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی سنہ ۴۵۸ھ اور شیخ جمال الدین محمود بن احمد معروف ابن سراج قونوی حنفی متوفی سنہ ۷۷۰ھ نے بھی اس کی تلخیص کی۔

تفسیر ابن عبادہ - مصنفہ شیخ روح بن عبادہ متوفی سنہ ۲۰۵ھ

تفسیر ابن ہارون - مصنفہ شیخ یزید بن ہارون متوفی سنہ ۲۰۶ھ

تفسیر دینوری - مصنفہ شیخ ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری نحوی متوفی سنہ ۲۸۲ھ۔ اس تفسیر میں مرغوب و دلپسند بہت کچھ ہے۔

مجاز القرآن - مصنفہ شیخ ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ البصری متوفی سنہ ۲۱۰ھ

تفسیر عبدالرزاق - مصنفہ شیخ عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی سنہ ۲۱۱ھ

تفسیر الفریابی - مصنفہ شیخ ابو یوسف بن واقد بن عثمان الضبی متوفی سنہ ۲۱۲ھ۔

تفسیر ابن ابی ایاس - مصنفہ شیخ آدم بن ابی ایاس عسقلانی متوفی سنہ ۲۲۰ھ۔

تفسیر سنید - مصنفہ شیخ سنید بن داؤد المصیصی متوفی سنہ ۲۲۶ھ۔

تصانیف قرن ثالث

اسباب النزول ۔ مصنفہ شیخ علی بن مدینی متوفی سنہ ۲۳۴ھ

تفسیر ابن ابی شیبہ مصنفہ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد کوفی متوفی سنہ ۲۳۵ھ

تفسیر ابن راہویہ مصنفہ شیخ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد حنظلی مروزی نیشاپوری متوفی سنہ ۲۳۸ھ

غرائب القرآن مصنفہ شیخ ابی مروان عبدالملک بن حبیب مالکی قرطبی متوفی سنہ ۲۳۹ھ

احکام القرآن مصنفہ ابوالحسن علی بن حجر سعدی متوفی سنہ ۲۴۴ھ

اختلاف المصاحف مصنفہ امام ابو حاتم سہل بن محمد سجستانی متوفی سنہ ۲۴۸ھ ۔

تفسیر عبد بن حمید مصنفہ شیخ عبد بن حمید متوفی سنہ ۲۴۹ھ

تفسیر البخاری مصنفہ امام بخاری متوفی سنہ ۲۵۶ھ ۔ یہ تفسیر اس تفسیر کے علاوہ ہے جو صحیح بخاری میں شامل ہے ۔

کتب عہد اختلاف

تفسیر ابن ماجہ مصنفہ امام ابن ماجہ متوفی سنہ ۲۷۳ھ

تفسیر ابی سعید ۔ مصنفہ شیخ ابی سعید عبداللہ بن سعید متوفی سنہ ۲۵۷ھ

تفسیر بقی ۔ مصنفہ امام ابو عبدالرحمن بقی بن مخلد قرطبی متوفی سنہ ۲۷۶ھ

احکام القرآن مصنفہ قاضی ابی اسحاق اسماعیل بن اسحاق ازدی بصری متوفی سنہ ۲۸۲ھ

کتاب تجوید القرآن مصنفہ شیخ ابی اسحاق ابراہیم بن محمد الحربی المتوفی سنہ ۲۸۵ھ

کتاب الشواذ ۔ مصنفہ شیخ ابی العباس احمد بن یحییٰ ثعلب نحوی متوفی سنہ ۲۹۱ھ

تفسیر نسفی ۔ مصنفہ امام ابو نصر بن امام قاضی ابراہیم بن معقل نسفی حنفی متوفی سنہ ۲۹۵ھ

تفسیر انماطی مصنفہ امام ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق نیشاپوری متوفی سنہ ۳۰۳ھ

احکام القرآن مصنفہ شیخ ابوالحسن علی بن موسیٰ بن یزداد قمی حنفی متوفی سنہ ۳۰۵ھ

اعجاز القرآن ۔ مصنفہ شیخ محمد بن یزید واسطی متوفی سنہ ۳۰۶ھ ۔ شیخ عبدالقاہر جرجانی المتوفی سنہ ۴۷۱ھ نے اس کی دو شرحیں لکھیں ۔ بڑی کا نام معتضد چھوٹی کا نام شرح ہے ۔

تفسیر ابن حبان (بالباء الموحدہ) مصنفہ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن جعفر البستی متوفی ۳۵۴ھ
انہوں نے اور ابو الشیخ نے جو روایات جویبر کی نقل کی ہیں وہ غیر معتبر ہیں۔

تفسیر ابن حیان (بالیاء) مصنفہ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن جعفر بن حیان معروف ابی الشیخ متوفی ۳۶۹ھ

تقریب۔ مصنفہ شیخ ابی منصور محمد بن احمد الازہری متوفی ۳۷۰ھ انکی ایک تفسیر الطوال بھی ہے۔

احکام القرآن مصنفہ شیخ ابوبکر احمد بن محمد معروف جصاص رازی متوفی ۳۷۰ھ

تفسیر ابی اللیث۔ مصنفہ امام ابو اللیث نصر بن محمد فقیہ سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۳ھ۔
شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے اسکی احادیث کی تخریج کی۔ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد معروف بعرب شاہ حنفی متوفی ۸۵۴ھ نے اس کا ترکی میں ترجمہ کیا۔

تفسیر ابن عطیہ قدیم مصنفہ شیخ ابو محمد عبد اللہ بن عطیہ دمشقی متوفی ۳۸۳ھ

تفسیر الرمانی۔ مصنفہ شیخ ابی الحسن علی بن عیسیٰ نحوی متوفی ۳۸۴ھ۔ اس تفسیر کو شیخ عبد الملک بن علی مؤذن ہروی متوفی ۴۸۹ھ نے مختصر کیا۔

تفسیر الادفوی مصنفہ شیخ محمد بن علی بن احمد المقری الحنفی متوفی ۳۸۸ھ۔ یہ تفسیر ۱۲۰ جلدوں میں تھی۔ اس کا نام الاستغنا فی علوم القرآن ہے۔ امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے دیکھا تھا۔

اعجاز القرآن مصنفہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ۔

مجامع الدرر مصنفہ شیخ ابی الحسن علی بن عراق خوارزمی متوفی ۴۰۴ھ۔

تفسیر عسکری۔ مصنفہ شیخ ابو ہلال حسن بن عبد اللہ متوفی ۳۹۵ھ

تفسیر خلف۔ مصنفہ شیخ خلف بن احمد سجستانی متوفی ۳۹۹ھ

آیات القرآن علی ترتیب السور مصنفہ شیخ ابو الفرج احمد بن علی المقری ہمدانی متوفی ۴۰۰ھ

کتب صدی پنجم

اسباب النزول مصنفہ شیخ عبد الرحمن بن محمد بن فطیس معروف بابن مطرف اندلسی متوفی ۴۰۲ھ۔ شیخ ابو نصر سیف الدین بن ناصر بخشی نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

امثال القرآن مصنفہ شیخ ابو عبد الرحمن بن محمد بن حسین السلمی نیشاپوری متوفی ۴۱۲ھ

کتب صدی ششم

لُباب التفسیر مصنفہ تاج القراء شیخ برہان الدین ابوالقاسم محمود بن حمزہ بن نصر کرمانی مقری متوفی سنہ ۵۰۰ھ۔ اس کو تفسیر کرمانی بھی کہتے ہیں۔ ان کی ایک تفسیر الغرائب العجائب نام ہے۔

البدیع والبیان مصنفہ شیخ حسن بن فتح بن حمزہ ہمدانی متوفی سنہ ۵۰۱ھ

تفسیر الخطیب التبریزی مصنفہ شیخ ابوزکریا یحییٰ بن علی ادیب متوفی سنہ ۵۰۲ھ

احکام القرآن مصنفہ شیخ ابوالحسن علی بن محمد معروف کیا ہراسی بغدادی متوفی سنہ ۵۰۴ھ

تفسیر غزالی مصنفہ حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی الطوسی متوفی سنہ ۵۰۵ھ (۴۰) جلد اس تفسیر کا نام یاقوت التاویل ہے۔

انتصار مصنفہ شیخ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد عکبری متوفی سنہ ۵۰۸ھ۔

معالم التنزیل مصنفہ شیخ ابی محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی سنہ ۵۱۶ھ اس تفسیر پر بہت سے اصل نسخے بھی ہیں۔

تفسیر ابن ابی حمزہ مصنفہ امام شیخ عبداللہ بن سعید ازدی اندلسی متوفی سنہ ۵۲۵ھ

تفسیر کشاف مصنفہ علامہ ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر زمخشری خوارزمی متوفی سنہ ۵۳۸ھ

اس تفسیر میں بہت سی خوبیاں ہیں لیکن بعض نقائص نہایت اہم ہیں۔

ایک یہ کہ جو آیت مذہب اعتزال کے خلاف ہے مفسر نے کلام طویل و دور از کار تاویلات کر کے ان کو اعتزال کے موافق بنانے کی کوشش کی ہے۔ دوسرے یہ کہ مفسر نے انبیاء اللہ پر طعن کیا ہے۔ تیسرے یہ کہ اہل سنت والجماعت کو جابجا سخت سست لکھا ہے۔

اس تفسیر پر بہت سی کتابیں مختلف صورتوں سے مختلف مضامین پر لکھی گئی ہیں۔ کسی نے اس کی تردید کی ہے، کسی نے تنقید کی ہے، کسی نے اس کی احادیث کی تخریج کی ہے، کسی نے اس پر اضافہ کیا ہے، کسی نے اختصار و ایجاز کیا ہے، کسی نے حواشی لکھے ہیں۔

شیخ محمد بن علی بخاری متوفی سنہ ۶۱۲ھ نے اس کو مختصر کیا ہے۔

امام ناصر الدین احمد بن محمد بن منیر اسکندری مالکی متوفی سنہ ۶۸۳ھ نے اس پر کتاب لکھی جس کا نام انتصاف ہے۔ اسمیں زمخشری کے اعتزال کو بیان کیا ہے اور بطریق احسن اس سے جدل و مناقشہ کیا ہے۔

امام علم الدین بن عبد الکریم بن علی عراقی متوفی سنہ ۷۰۴ھ نے ایک کتاب لکھی اس میں کشاف وانتصاف پر محاکمہ ہے۔ شیخ قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی متوفی سنہ ۷۱۰ھ نے دو جلدوں میں حاشیہ لکھا ہے۔

شیخ ابو علی عمر بن محمد بن خلیل سکونی مغربی متوفی سنہ ۷۱۷ھ نے ایک کتاب لکھی اس کا نام کتاب التمییز علی الکشاف ہے۔

شیخ شرف الدین حسین بن محمد طیبی متوفی سنہ ۷۴۳ھ نے چھ جلدوں میں حاشیہ لکھا اسکا نام فتوح الغیب فی الکشف عن قناع الریب ہے۔

شیخ عمر بن عبد الرحمن فارسی قزوینی متوفی سنہ ۷۴۵ھ نے حاشیہ لکھا اس کا نام کشف ہے۔

شیخ فخر الدین احمد بن حسن جاربردی متوفی سنہ ۷۴۶ھ نے حاشیہ لکھا۔

شیخ تاج الدین بن مکتوم متوفی سنہ ۷۴۹ھ نے کتاب الدر اللقیط من البحر المحیط لکھی اسمیں کشاف کے متعلق بھی مباحث ہیں۔

شیخ عماد الدین یحیی بن قاسم علوی معروف بہ فاضل یمنی متوفی سنہ ۷۵۰ھ نے دو جلدوں میں حاشیہ لکھا اس کا نام درر الاصداف من حواشی الکشاف ہے۔

امام جمال الدین بن عبد اللہ بن یوسف بن ہشام متوفی سنہ ۷۶۱ھ نے انتصاف اور کشاف دونوں کی تلخیص کی ہے۔

شیخ قطب الدین محمد تحتانی بن محمد رازی متوفی سنہ ۷۶۶ھ نے شرح لکھی مگر ناتمام چھوڑی صاحب قاموس متوفی سنہ ۸۱۷ھ نے کشاف کے خطبہ کی شرح لکھی اس کا نام قطبۃ الخشاف فی حل خطبۃ الکشاف ہے۔ پھر دوسری شرح لکھی اس کا نام نغبۃ الرشاف من خطبۃ الکشاف ہے۔

شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی متوفی سنہ ۷۸۶ھ نے شرح لکھی یہ زہراوین تک ہے۔

شیخ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی سنہ ۷۹۱ھ نے حاشیہ لکھا۔

شیخ سراج الدین بن عمر بن رسلان بلقینی متوفی سنہ ۸۰۵ھ نے تین جلدوں میں حاشیہ لکھا اس کا نام الکشاف علی الکشاف ہے۔

سید شریف جرجانی بن محمد متوفی سنہ ۸۱۶ھ نے حاشیہ لکھا۔ مگر ناتمام چھوڑا اس حاشیہ پر شیخ محی الدین محمد بن الخطیب متوفی سنہ ۹۰۱ھ نے حاشیہ لکھا۔

سید علاؤ الدین علی طوسی متوفی سنہ ۸۸۷ھ نے کشاف پر حاشیہ لکھا اس حاشیہ پر شیخ

محمد بن سلیمان بن کمال پاشا متوفی سنہ ۹۴۰ھ نے حاشیہ لکھا۔

سید کے حاشیہ پر ایک حاشیہ شیخ حسین چلپی بن محمد شاہ فناری متوفی سنہ ۸۸۶ھ کا بھی ہے۔

شیخ برہان الدین حیدر بن احمد ہروی متوفی سنہ ۸۳۰ھ نے کشاف پر حاشیہ لکھا۔

شیخ یوسف بن حسن تبریزی متوفی سنہ ۸۰۴ھ نے حاشیہ لکھا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی سنہ ۸۵۲ھ نے بھی اس پر ایک کتاب لکھی۔

شیخ ولی الدین ابو زرعہ احمد بن عبد الرحیم عراقی متوفی سنہ ۸۲۶ھ نے دو جلدوں میں حاشیہ لکھا

شیخ علاؤ الدین محمد شاہ ہروی معروف مصنفک متوفی سنہ ۸۷۵ھ نے حاشیہ لکھا۔

شیخ علی الشہیر بسولی عران طوسی سنہ ۸۸۷ھ شیخ محمد بن یوسف بن عمر بن شعیب سنوسی مالکی سنہ ۸۹۵ھ

شیخ اسمعیل کمال الدین قرامانی نے حاشیہ لکھا یہ حاشیہ بعہد سلطان بایزید ثانی تصنیف کیا اس سلطان نے سنہ ۹۱۸ھ تک حکومت کی۔

شیخ عبد الاول حسین معروف امیر ولد متوفی سنہ ۹۵۰ھ نے کشاف کی تلخیص کی۔

ان کے علاوہ اور بھی شروح و حواشی ہیں مخص خاص کا ذکر کر دیا گیا۔

تفسیر اصفہانی۔ مصنفہ قوام السنہ امام ابو القاسم اسمعیل بن محمد بن فضل تیمی متوفی سنہ ۵۳۵ھ ان کی چار تفسیریں ہیں، ایک کا نام جامع ہے ۳۰ جلد، دوسری کا نام معتمد ہے (۱۰) جلد تیسری کا نام مفلح ہے (۴) جلد، چوتھی کا نام موضح ہے ۳ جلد۔

البیان مصنفہ شیخ ابی الحسن علی بن حسن باقولی متوفی سنہ ۵۴۳ھ

تیسیر مصنفہ شیخ ابو الفضل نجم الدین عمر بن محمد نسفی متوفی سنہ ۵۳۷ھ۔

تفسیر ابو البقاء مصنفہ شیخ عبد اللہ بن حسین عکبری متوفی سنہ ۶۱۶ھ

تفسیر خوارزمی مصنفہ شیخ ابی الحسن علی بن عراق بن محمد بن علی حنفی متوفی سنہ ۵۳۹ھ

تفسیر ابن عطیہ المتاخر مصنفہ شیخ ابو محمد عبد الحق بن ابی بکر بن غالب بن عطیہ الغرناطی متوفی سنہ ۵۴۶ھ اس تفسیر کا نام محرر الوجیز ہے:

احکام القرآن مصنفہ قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ معروف ابن العربی المالکی متوفی سنہ ۵۴۳ھ

انوار الفجر مصنفہ قاضی ابوبکر بن العربی متوفی سنہ ۵۴۳ھ (۸۰) جلد۔

تفسیر البیہقی مصنفہ شیخ ابو المحاسن مسعود بن علی بیہقی معروف فخر زمان متوفی سنہ ۵۴۴ھ

تفسیر علائی مصنفہ شیخ محمد بن عبد الرحمن بخاری علائی ملقب بہ زاہد حنفی متوفی سنہ ۵۴۶ھ (۱۰۰) جلد

سر العلوم و المعانی المستودعة فی سبع المثانی مصنفہ شیخ ابی العباس احمد بن سعد الاقلیشی متوفی سنہ ۵۵۰ھ۔

ایجاز البیان مصنفہ شیخ نجم الدین ابوالقاسم محمود معروف بیان الحق بن ابی الحسن نیشاپوری قزوینی متوفی سنہ ۵۵۳ھ

تفسیر تحفۃ الافاضل مصنفہ شیخ علی بن محمد الخوارزمی متوفی سنہ ۵۶۰ھ

تراجم الاعاجم مصنفہ شیخ محمد بن ابی القاسم البقالی خوارزمی متوفی سنہ ۵۶۲ھ

تفسیر ابن ابی مریم مصنفہ شیخ نصر بن علی شیرازی متوفی سنہ ۵۶۵ھ

تفسیر ابن ظفر مصنفہ شیخ ابوہاشم حجۃ الدین محمد بن محمد صقلی متوفی سنہ ۵۶۵ھ

ینبوع الحیات - مصنفہ شیخ ابی عبداللہ محمد بن ظفر بن محمد الصقلی متوفی سنہ ۵۶۵ھ - یہ تفسیر کتب خانہ خدیویہ مصر میں ہے تین جلدوں میں ہے مگر ناقص ہے۔

تفسیر سورۃ الاخلاص مصنفہ شیخ ابی محمد ابن سعید بن مبارک نحوی متوفی سنہ ۵۶۹ھ

اس تفسیر کا نام افصاح ہے۔ ان کی ایک بڑی تفسیر چار جلدوں میں ہے۔

تفسیر ابن حکم - مصنفہ شیخ ابوالمظفر محمد بن سعد متوفی سنہ ۵۷۲ھ۔

تفسیر ابی الحسن مصنفہ شیخ ابی الحسن علی بن عبداللہ انصاری مالکی متوفی سنہ ۵۶۷ھ

البصائر مصنفہ شیخ ابوجعفر ظہیر الدین محمد بن محمود نیشاپوری بزبان فارسی سنہ ۵۷۰ھ

التعریف والاعلام مصنفہ شیخ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ اندلسی سہیلی متوفی سنہ ۵۸۱ھ

تفسیر التفسیر مصنفہ شیخ ناصر الدین علی بن ابراہیم بن اسمٰعیل غزنوی حنفی متوفی سنہ ۵۸۲ھ

تفسیر الغسانی مصنفہ امام ابوالنصر احمد بن محمد حنفی متوفی سنہ ۵۸۶ھ

اسباب النزول مصنفہ شیخ ابی جعفر محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی متوفی سنہ ۵۸۸ھ

تبیان - شیخ ابوالخیر احمد بن اسمٰعیل طالقانی متوفی سنہ ۵۹۰ھ

زاد المسیر مصنفہ شیخ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن جوزی متوفی سنہ ۵۹۷ھ ان کی دو تفسیریں اور بھی ہیں ایک چار جلد اور ایک تفسیر ان کی ۳ جلدوں میں ہے۔

احکام القرآن مصنفہ شیخ عبدالمنعم بن محمد بن فرس غرناطی متوفی سنہ ۵۹۷ھ۔

تفسیر نعمانی - مصنفہ شیخ ظہیر الدین ابوعلی حسن بن خطیر ابی الحسن متوفی سنہ ۵۹۸ھ

تصانیف صدی ہفتم

تفسیر الحرالی مصنفہ شیخ علاء الدین عبد الکریم بن علی متوفی ۶۳۷ھ

مفاتیح الغیب مصنفہ امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی متوفی ۶۰۶ھ۔ یہ تفسیر تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ دلائل و علوم کا خزانہ ہے۔ دس جلدوں میں ہے۔ امام صاحب سورۂ انبیا تک تصنیف کرنے پائے تھے کہ وفات پائی۔ شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی متوفی ۷۲۷ھ نے اس کی تکمیل کی۔ اور اس کا تکملہ قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل الخلیلی الدمشقی متوفی ۶۳۹ھ نے بھی لکھا۔ اس تفسیر کو شیخ برہان الدین محمد بن محمد النسفی متوفی ۶۸۶ھ نے مختصر کیا۔

امام رازی کی ایک اور تفسیر بھی ہے اس کا نام مفاتیح العلوم ہے۔ اور ایک تفسیر سورۂ اخلاص کی بھی ہے۔ راقم سطور نے رسالہ اکسیر فی اصول التفسیر مصنفہ نواب صدیق حسن خان صاحب میں جب امام رازی اور ان کی تفسیر کے متعلق یہ فقرہ دیکھا "مؤلف وے از علوم حدیث بے خبر است" اور آگے بعض قدیم الخیال اہل علم کی زبانی یہ دیکھ کر لکھا ہے کہ "اس تفسیر میں تفسیر کے سوا سب کچھ ہے" تو دل پر ایک چوٹ لگی۔ ایک محترم اور مسلم الثبوت امام اور ایک کثیر النفع تفسیر کے متعلق یہ فقرات دیکھ کر کون منصف مزاج ذی علم ہوگا جو برہم نہ ہوگا۔ نواب صاحب کی تصانیف کو جن حضرات نے دیکھا ہوگا ان پر واضح ہوگیا ہوگا کہ نواب صاحب کی نگاہ میں اپنے تصانیف اور اپنے اہل خاندان کی تصانیف اور اپنے شیخ الشیوخ قاضی شوکانی کے تصانیف کے سوا کسی کی تصنیف نہیں جچتی۔ اس کو جہاں تک موقع ملا ہے متقدمین و متاخرین میں کسی کو اعتراض سے خالی نہیں چھوڑا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ نواب صاحب پر ان کی حیات میں اور ان کے بعد بھی ہر قسم کے اعتراضات ہوئے اور نہایت رکیک اتہام ان کی طرف منسوب ہوئے ہیں

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے ٭ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

امام رازی چھٹی صدی کے ائمہ میں سے تھے، مذہب شافعی کے مجتہد منتسب تھے۔ جب ایسے مجتہد امام حدیث سے بے خبر تھے، تو کون باخبر ہوگا۔ اور وہ کیسی حدیثیں ہونگی جو چھ صدی تک ائمہ و مجتہدین سے مستور رہیں اور تیرھویں و چودھویں صدی میں علامہ شوکانی اور نواب صاحب ان سے آگاہ ہوئے، نواب صاحب نے علم رسم الخط اور علم قرأت وغیرہ علوم کو بھی علوم تفسیر میں شمار کیا ہے بلکہ انجیل و توریت اور زبور کو بھی فہرست تفاسیر میں ذکر کیا ہے تو وہ دلائل عقلیہ و نقلیہ جو اثبات آیات کے

تفسیر وہرانی - مصنفہ شیخ ابو الحسن علی بن عبداللہ بن مبارک خطیب داریا متوفی سنہ ۶۱۵ھ

البیان مصنفہ شیخ ابی عبداللہ محمد بن احمد زہری متوفی سنہ ۶۱۷ھ

تفسیر نجم الدین مصنفہ شیخ نجم الدین احمد بن عمر خیوقی معروف کبری متوفی سنہ ۶۱۸ھ (۱۲) جلد

ارشاد مصنفہ شیخ ابو الحکم عبد السلام بن عبد الرحمن معروف ابن برجان متوفی سنہ ۶۲۷ھ

تفسیر ابن عربی مصنفہ شیخ الشیوخ محی الدین محمد بن علی طائی اندلسی متوفی سنہ ۶۳۸ھ ان کی دو تفسیریں یادگار ہیں۔

نہایۃ البیان مصنفہ شیخ ابو محمد جمال الدین معافا ابن اسمٰعیل بن حسین بن ابی البیان موصلی متوفی سنہ ۶۳۰ھ (۸ جلد)

لمعۃ البیان مصنفہ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی متوفی سنہ ۶۳۲ھ

تفسیر السخاوی - مصنفہ شیخ علم الدین ابو الحسن علی بن محمد مصری شافعی متوفی سنہ ۶۴۳ھ ۴ جلد

بیان الحق مصنفہ شیخ قاسم بن محمد قرشی طلیسانی متوفی سنہ ۶۴۳ھ

تفسیر زینی - مصنفہ شیخ فخر الدین بشیر بن ابی بکر بن حامد بن سلیمان بن یوسف زینی کجی متوفی سنہ ۶۴۶ھ

تفسیر التبیان زملکانی مصنفہ شیخ کمال الدین عبد الواحد بن عبد الکریم متوفی سنہ ۶۵۱ھ۔ اس تفسیر کا دوسرا نام نہایۃ التامیل بھی ہے۔

تہذیب مصنفہ شیخ ابی سعد محسن بن کرامۃ الجشمی البیہقی (مصنف سنہ ۶۵۰ھ)

تفسیر سبط ابن الجوزی مصنفہ شیخ ابو المظفر شمس الدین یوسف بن قزاوغلی متوفی سنہ ۶۵۴ھ ۳۰ جلد۔

بدائع القرآن مصنفہ شیخ ابن ابی الاصبع ابو محمد زکی الدین عبد العظیم بن عبد الواحد قیروانی مصری متوفی سنہ ۶۵۴ھ۔

تفسیر المرسی مصنفہ ابی الفضل شرف الدین محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی الفضل مرسی متوفی سنہ ۶۵۵ھ۔ ان کی تین تفسیریں ہیں ایک کبیر ۲۰ جلد میں ہے، دوسری اوسط ۱۰ جلد میں تیسری صغیر ۳ جلد۔ بعض نے ابو عبداللہ شرف الدین لکھا ہے۔

رموز الکنوز - مصنفہ شیخ عز الدین عبد الرزاق بن رزق اللہ رسعنی متوفی سنہ ۶۶۱ھ۔

مجاز القرآن مصنفہ شیخ عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام متوفی سنہ ۶۶۰ھ۔

تفسیر قرطبی - مصنفہ شیخ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر قرطبی متوفی سنہ ۶۷۱ھ۔ تفسیر کا

تعلیق مصنفہ شیخ مصطفیٰ بن محمد معروف بستان آفندی متوفی ۹۷۷ھ
تعلیق مصنفہ شیخ الاسلام زکریا بن بیرام الغزوی متوفی ۱۰۰۱ھ
تعلیق مصنفہ شیخ محمد امین الشہیر ابن صدر الدین شروانی متوفی ۱۰۳۶ھ
تعلیق شیخ احمد بن روح اللہ انصاری متوفی ۱۰۰۰ھ
تعلیق مصنفہ شیخ ملا حسین خلخالی حسینی متوفی ۱۰۱۴ھ
تعلیق مصنفہ شیخ رضی الدین محمد بن یوسف مشہور ابن ابی اللطیف متوفی ۱۰۲۸ھ
تعلیق مصنفہ شیخ محمد بن عبد الغنی متوفی ۱۰۲۳ھ
تعلیق مصنفہ شیخ ہدایت اللہ علائی متوفی ۱۰۳۹ھ
تعلیق مصنفہ شیخ محمد بن موسیٰ لغوری متوفی ۱۰۱۶ھ

ان تعلیقات کے علاوہ اور بھی ہیں بعض کامل ہیں بعض غیر مکمل، اکثر متفرق سورتوں پر ہیں۔

مختصرات بیضاوی

مختصر تفسیر بیضاوی مرتبہ شیخ محمد بن محمد بن عبد الرحمٰن معروف امام الکاملیہ شافعی متوفی ۸۷۴ھ

اس کے علاوہ اور بھی مختصرات ہیں جو غیر مکمل ہے۔

حواشی بیضاوی

حاشیہ مصنفہ شیخ ابی بکر بن احمد بن صائغ حنبلی متوفی ۷۱۴ھ۔ اس حاشیہ کا نام الحسام الماضی فی ایضاح غریب القاضی ہے۔ اس حاشیہ کے تعلیقات اور حواشی اور ذیل بھی ہیں۔ ان میں سے حاشیہ شیخ محمد بن فرامرز معروف ملا خسرو متوفی ۸۸۵ھ اور ذیل مصنفہ شیخ محمد بن عبد الملک بغدادی حنفی متوفی ۱۰۱۶ھ زیادہ مشہور ہیں۔

حاشیہ شیخ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ
حاشیہ شیخ الشیوخ سید محمد گیسو دراز گلبرگوی متوفی ۸۲۵ھ
حاشیہ شیخ قطب الدین حمزہ قرامانی متوفی ۸۸۱ھ۔ یہ حاشیہ زہراوین پر ہے۔ اس کا نام تفسیر التفسیر ہے۔
حاشیہ شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم معروف ابن التمجید (استاد سلطان محمد فاتح) یہ حاشیہ تین جلدوں میں ہے نہایت عمدہ اور مفید حاشیہ ہے۔ سلطان محمد فاتح کا دور حکومت ۸۸۶ھ میں تھا۔
حاشیہ بابا نعمت اللہ بن محمود نخجوانی متوفی ۹۰۰ھ

حاشیہ ملا خسرو متوفی سنہ ۸۸۵ھ - یہ حاشیہ تیس جلدوں میں ہے -

حاشیہ شیخ وجیہ الدین گجراتی متوفی سنہ ۹۹۸ھ - اس حاشیہ پر ایک حاشیہ ہے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی سنہ ۱۰۶۷ھ کا - اور اس حاشیہ پر حاشیہ ہے حافظ امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بنارسی متوفی سنہ ۱۱۳۳ھ کا - ان حواشی کے علاوہ اور بھی حواشی ہیں ؛ بعض کامل بعض غیر کامل بعض مختلف سورتوں پر ہیں -

شیخ شمس الدین حنفی حلبی متوفی سنہ ۹۷۱ھ نے بیضاوی کی شرح لکھی -

تفسیر برہان الدین مصنفہ شیخ ابی المعالی برہان الدین احمد بن ناصر حنفی متوفی سنہ ۶۹۶ھ

تفسیر غنیۃ اللطیف مصنفہ شیخ عبداللطیف بن عز الدین عبدالعزیز متوفی سنہ ۶۹۴ھ (۶ جلد)

تفسیر ابن سید الکل مصنفہ شیخ ابوالقاسم سید احمد بن عبداللہ القطبی متوفی سنہ ۶۹۷ھ

التحریر والتحبیر مصنفہ شیخ ابو عبداللہ جمال الدین محمد بن محمد بن سلیمان معروف ابن النقیب حنفی بغدادی متوفی سنہ ۶۹۸ھ (۱۰۰) جلد -

کتب صدی ہشتم

تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنفہ شیخ ابی اسحاق ابراہیم بن احمد الرقی حنبلی متوفی سنہ ۷۰۳ھ

تفسیر ابن المنیر مصنفہ شیخ شرف الدین عبدالواحد متوفی سنہ ۷۳۳ھ (۱ جلد)

بہجۃ الاریب مصنفہ شیخ علاء الدین بن علی بن عثمان بن ابراہیم معروف ابن ترکمانی حنفی ماردینی متوفی سنہ ۷۵۰ھ

تلخیص احکام القرآن مصنفہ شیخ جمال الدین محمود بن احمد ابن سراج قونوی حنفی متوفی سنہ ۷۷۰ھ

البرہان مصنفہ شیخ ابی جعفر احمد بن ابراہیم بن زبیر غرناطی متوفی سنہ ۷۰۸ھ

تفسیر علامی مصنفہ شیخ قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی متوفی سنہ ۷۱۰ھ (۴۰) جلد

اس تفسیر کا نام فتح المنان بھی ہے -

مدارک التنزیل مصنفہ امام ابوالبرکات عبداللہ حافظ الدین نسفی بن احمد بن محمود حنفی متوفی سنہ ۷۱۰ھ یہ تفسیر نہایت معتبر ہے - شیخ زین الدین ابو محمد عبدالرحمن بن ابی بکر عینی متوفی سنہ ۸۹۳ھ نے اسکو مختصر کیا - اور مولانا الہداد جونپوری نے اس پر حاشیہ لکھا -

فواصل الآیات - مصنفہ شیخ سلیمان بن عبدالقوی حنبلی متوفی سنہ ۷۱۶ھ -

تفسیر رشیدی مصنفہ خواجہ رشید الدین فضل اللہ بن ابی الخیر بن عالی ہمدانی متوفی ۷۱۸ھ

تکمیل مصنفہ قاضی عماد کندی قاضی اسکندریہ متوفی سنہ ۷۲۰ھ (۲۳) جلد

تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنفہ شیخ محمد بن ابو بکر جبلی متوفی سنہ ۷۲۳ھ

تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنفہ شیخ نور الدین ابو الحسن علی بن یعقوب بن جبریل بکری متوفی ۷۲۴ھ

لباب فی معانی التنزیل معروف بہ تفسیر خازن مصنفہ شیخ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی متوفی سنہ ۷۴۱ھ۔

تفسیر حسن مصنفہ شیخ حسن بن محمد بن حسین مشہور بہ نظام نیشاپوری مصنفہ سنہ ۷۲۸ھ۔

یہ تفسیر دولت آباد دکن میں تصنیف ہوئی۔

مختصر اسباب النزول واحدی مصنفہ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری متوفی سنہ ۷۳۲ھ۔

تفسیر السمنانی مصنفہ شیخ ابو المکارم علاء الدولہ احمد سمنانی متوفی سنہ ۷۳۶ھ (۱۱) جلد

روضات الجنان مصنفہ شیخ ہبۃ اللہ بن عبد الرحیم حموی شرف الدین بارزی متوفی ۷۳۸ھ (۱۰) جلد

التاویل لمعالم التنزیل مصنفہ شیخ علی بن محمد خازن بغدادی متوفی سنہ ۷۴۱ھ

تفسیر سکندری مصنفہ شیخ حسین بن ابی بکر نحوی متوفی سنہ ۷۴۲ھ (۱۰) جلد

تفسیر علاء الدین مصنفہ شیخ علاء الدین علی بن محمد بغدادی متوفی سنہ ۷۴۱ھ

فتوح الغیب عن قناع الریب مصنفہ شیخ شرف الدین حسن بن محمد مشہور طیبی متوفی ۷۴۳ھ

البحر المحیط مصنفہ شیخ اثیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی سنہ ۷۴۵ھ (۸) جلد
پھر اس کا اختصار کر کے نہر الماد من البحر لکھا۔ یہ دو جلدوں میں ہے اس کا اختصار ان کے شاگرد
شیخ تاج الدین احمد بن عبد القادر بن مکتوم متوفی ۷۴۹ھ نے کیا جس کا نام الدر اللقیط ہے۔

تفسیر اصفہانی مصنفہ شیخ الشیخ شمس الدین محمود بن عبد الرحمن شافعی متوفی سنہ ۷۴۹ھ

تبیان مصنفہ شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب دمشقی معروف ابن قیم جوزیہ متوفی سنہ ۷۵۱ھ

تفسیر السبکی مصنفہ شیخ تقی الدین علی بن عبد الکافی متوفی سنہ ۷۵۶ھ اس کا نام الدر النظیم ہے

القول الوجیز مصنفہ شیخ شرف الدین احمد بن محمد حلبی معروف ابن سمین متوفی سنہ ۷۵۶ھ

تفسیر ابن النقاش مصنفہ شیخ شمس الدین محمد بن علی متوفی سنہ ۷۶۳ھ

السابق واللاحق مصنفہ شیخ ابو امامہ محمد بن نقاش محمد بن علی بن عبد الواحد مصری متوفی ۷۶۳ھ

تفسیر ابن عقیل مصنفہ شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن نحوی مصری متوفی سنہ ۷۶۹ھ

کا نام ملتقی البحرین ہے۔

جواہر الحسان مصنفہ شیخ ابو زید عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبی متوفی ۸۷۵ھ

ذخیرۃ الاعصار فی تفسیر سورۃ العصر مصنفہ شیخ شمس الدین محمد بن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ

تفسیر الزہراوین مصنفہ شیخ علاء الدین علی بن محمد معروف قوشجی متوفی ۸۷۹ھ

فتح الرحمان مصنفہ شیخ ناصر الدین محمد بن عبد اللہ قرقماس متوفی ۸۸۲ھ

تفسیر البقاعی مصنفہ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی ۸۸۵ھ و شعبان ۸۶۱ھ سے اس تفسیر کو تصنیف کرنا شروع کیا اور شعبان ۸۷۵ھ میں ختم کر کے نظم الدرر نام رکھا۔ اعلیٰ درجہ کی تفسیر ہے چھ جلدوں میں ہے اس کے قلمی نسخے کتب خانہ قسطنطنیہ و کتب خانہ خدیویہ مصر اور کتب خانہ برلن میں موجود ہیں۔

تاویلات کاشانی مصنفہ شیخ ابو الغنائم کمال الدین عبد الرزاق بن جمال الدین کاشی سمرقندی متوفی ۸۸۷ھ اس کا نام تاویلات القرآن بھی ہے۔

تفسیر فواتح الکتاب مصنفہ شیخ بایزید خلیفہ (یہ عہد سلطان بایزید خان ثانی جو سلطان ۸۸۶ھ میں تخت نشین ہوا)

جامع البیان مصنفہ سید معین نور الدین بن صفی الدین متوفی ۸۹۴ھ۔

تفسیر ابن جماعہ مصنفہ قاضی برہان الدین ابراہیم بن محمد کنانی ۹۰۱ھ۔

تفسیر جامی مصنفہ مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی بن احمد متوفی ۸۹۸ھ

تفسیر کورانی مصنفہ شیخ احمد بن اسمعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ اس کا نام غایۃ الامانی ہے

تفسیر حسینی مصنفہ ملا حسین واعظ کاشفی متوفی ۹۱۰ھ یہ تفسیر نہایت ہی غیر معتبر ہے اسکا ترجمہ شیخ ابو الفضل محمد بن ادریس البدلیسی متوفی ۹۲۶ھ نے کیا۔ اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے جس کا نام تفسیر قادری ہے۔ ملا حسین کی ایک تفسیر اور بھی ہے۔ اور ایک تفسیر زہراوین پر ہے اس کا نام جواہر التفسیر ہے۔

کتب صدی دہم

تفسیر سورۃ الدخان مصنفہ شیخ محی الدین محمد بن ابراہیم نکساری متوفی ۹۰۱ھ یہ تفسیر سلطان بایزید خان کو ہدیہ بھیجی گئی۔

الوضع الوجیز مصنفہ شیخ ابو الحسن محمد بن عبد الرحمن بکری متوفی ۹۰۵ھ

جوامع البیان مصنفہ سید معین الدین محمد بن عبدالرحمن الایجی الصفوی سنہ ۹۰۵ھ
تفسیر القلاقل مصنفہ شیخ جلال محمد بن اسعد صدیقی الدوانی متوفی سنہ ۹۰۸ھ
الدر المنثور مصنفہ امام جلال الدین سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ ان کی اور بھی تفسیریں ہیں۔
تفسیر سورۃ القدر مصنفہ شیخ عبدالرحمن بن المؤید الاماسی متوفی سنہ ۹۲۲ھ
تفسیر جلال خلیفہ مصنفہ شیخ جلال الدین اسحاق قرمانی متوفی سنہ ۹۳۳ھ
فتح الرحمان مصنفہ قاضی زکریا بن محمد الانصاری متوفی سنہ ۹۲۶ھ
تنویر الضحیٰ فی تفسیر سورۃ والضحیٰ مصنفہ شیخ محمد بن محمود المغنوی متوفی سنہ ۹۳۰ھ۔
تفسیر سورۃ الملک مصنفہ شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال پاشا متوفی سنہ ۹۴۰ھ
تفسیر سورۃ الانسان مصنفہ شیخ غیاث الدین منصور بن صدر الدین محمد شیرازی متوفی ۹۴۹ھ
تناسق الدرر مصنفہ شیخ محی الدین محمد بن تاج الدین مصطفیٰ توجری متوفی سنہ ۹۵۱ھ
تفسیر سورہ یوسف مصنفہ شیخ ضیاء الدین یوسف (مصنفہ سنہ ۹۵۳ھ)
تفسیر ایدینی مصنفہ شیخ ضیاء الدین محمود ایدینی متوفی سنہ ۹۵۶ھ
الصراط المستقیم فی معانی بسم اللہ الرحمن الرحیم مصنفہ شیخ علاؤ الدین علی بن محمد بن
عراقی متوفی سنہ ۹۶۳ھ۔ شیخ محمد بن بلال اندلسی نے رستم پاشا کی فرمائش سے اس کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔
تفسیر فتح اللہ مصنفہ ملا فتح اللہ شیرازی متوفی سنہ ۹۷۷ھ (دکن میں اکبر کی تفسیر تصنیف کی)
جامع الانوار مصنفہ شیخ تاج الدین ابراہیم بن حمزہ ادرنوی متوفی سنہ ۹۷۰ھ۔
تفسیر قربانی مصنفہ شیخ احمد بن محمود واقر متوفی سنہ ۹۷۱ھ (۱۲) جلدیں ناتمام رہی۔
تفسیر الاخوین مصنفہ شیخ نور الدین احمد بن محمد بن المعروف کاندونی (متوفی قریب ۹۷۵ھ)
اس تفسیر کا نام طوالع الانوار بھی ہے۔ ان کی ایک تفسیر اور ہے اس کا نام صراط المستقیم ہے۔
تفسیر سورۃ الانعام مصنفہ شیخ مصلح بن محمد سعود بستان افندی متوفی سنہ ۹۷۷ھ
تفسیر نور الدین زادہ مصنفہ شیخ مصلح الدین متوفی سنہ ۹۸۱ھ
ارشاد العقل السلیم مصنفہ شیخ الاسلام مفتی الانام ابو السعود بن محمد عمادی حنفی متوفی
سنہ ۹۸۲ھ۔ مصنف نے یہ تفسیر اپنے بیٹے کی معرفت سلطان سلیمان خان کو بھیجی سلطان نے بڑا
استقبال کیا اور مصنف کو مالا مال کر دیا نہایت عمدہ اور معتبر تفسیر ہے اسی وجہ سے مصنف کو
خطیب المفسرین کہتے ہیں بیضاوی و کشاف کے بعد کوئی تفسیر ان تفسیر کے مرتبہ کو نہیں پہنچی۔

جامع الاسرار مصنفہ شیخ عبداللہ حسن بن سلیمان الکورانی یہ تفسیر سلطان مراد رابع کو ہدیہ بھیجی گئی۔ یہ سلطان سنہ ۱۰۳۲ھ میں تخت نشین ہوا۔

الفاتحۃ العینیہ مصنفہ شیخ اسمعیل بن احمد الفروی متوفی سنہ ۱۰۴۲ھ (ترکی زبان میں ہے)

اسئلۃ۔ مصنفہ امام شیخ یوسف بن احمد دمشقی متوفی سنہ ۱۰۵۵ھ سلطان مراد خان رابع کی فرمایش سے تصنیف کی گئی جب شیخ احمد بن یوسف کے پاس بھیجی گئی انھوں نے اس پر اعتراضات لکھے سلطان نے فیصلہ کے لئے یہ شیخ یحیٰی آفندی مفتی کے پاس بھیجی مفتی نے اکثر مسائل میں امام سے اتفاق کیا۔ سلطان نے امام کو قاضی عسکر مقرر کر دیا۔

تفسیر وہابی۔ مصنفہ مولوی عبدالصمد بن نواب شکوہ الملک نصیر الدولہ عبدالوہاب خان نصرت جنگ متوفی سنہ ۱۲۰۰ھ (زبان دکنی)

کتب صدی دوازدہم

حاشیہ انوار القرآن مصنفہ مولوی غلام نقشبند لکھنوی متوفی سنہ ۱۱۲۶ھ۔ ان کی ایک تفسیر اور بھی ہے۔

تفسیر الرحمانی علی سورۃ البقرہ مصنفہ شیخ نورالدین سنہ ۱۱۳۸ھ

تفسیر احمدی مصنفہ ملا جیون امیٹھوی متوفی سنہ ۱۱۳۰ھ

ثواقب التنزیل مصنفہ مولوی احمد علی قنوجی متوفی سنہ [illegible]ھ

عمدۃ الفرقان مصنفہ شیخ غلام مصطفیٰ بن عبدالرحمن انیری متوفی سنہ ۱۱۵۵ھ فی وجوہ القرآن

تفسیر زہراوین مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی سنہ ۱۱۷۶ھ

تفسیر صغیر مصنفہ مولوی رستم علی قنوجی متوفی سنہ ۱۱۷۸ھ

الفتوحات الالہیہ مصنفہ شیخ سلیمان جمل متوفی سنہ ۱۲۰۴ھ دو جلد

کتب صدی سیزدہم

چراغ ابدی یہ اس صدی میں سب سے پہلی تفسیر ہے سنہ ۱۲۰۱ھ کی تصنیف ہے مولوی [illegible] متوفی ۱۲۲۲ھ

تفسیر ذوالفقار خانی مصنفہ مولوی عبدالباسط بن مولوی رستم علی قنوجی متوفی

تفسیر مظہری مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی سنہ ۱۲۲۵ھ عربی میں ہے نہایت معتبر

[illegible] ۱۲۲۵ھ [illegible]

تفسیر ہے۔ مصنف نے چھ جلدوں میں جمع کی ہے۔ اگر طباعت میں زیادہ جلدیں ہو جاویں گی۔
قاضی صاحب نے اس تفسیر کا نام اپنے پیر و مرشد حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید کے نام پر رکھا۔
مولوی رکن الدین حصاری نے ۱۳۰۸ھ میں اس کی ایک جلد طبع کرائی تھی۔ بعد ازاں منشی
عبدالرحمن مالک مطبع نظامی کانپور نے ۱۳۱۹ھ میں قریب نصف سپارہ کی تفسیر کے طبع کرائی
مولوی محمد یامین میرٹھی نے ڈیڑھ جلد شائع کرائی اور ایک جلد کا اردو میں ترجمہ بھی شائع کرایا۔
قاری محی الاسلام پانی پتی نے ۱۳۵۵ھ میں بامداد دولت آصفیہ اشاعت شروع کرائی ہے۔
دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

کمالین مصنف مولانا سلام اللہ بن شیخ الاسلام دہلوی متوفی ۱۲۳۳ھ تفسیر جلالین
کی شرح ہے۔

تفسیر سورۂ یونس مصنف سید مرتضیٰ بلگرامی تلمیذ شاہ ولی اللہ دہلوی

موضح القرآن اردو ترجمہ مصنف شاہ عبدالقادر دہلوی متوفی ۱۲۳۰ھ نہایت مستند ترجمہ ہے

فتح العزیز مصنف شاہ عبدالعزیز دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ نہایت معتبر و مستند ہے دو جلدیں
ہیں ایک جلد سورۂ فاتحہ سے آیت (وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون تک) دوسری جلد سورۂ
ملک سے آخر تک۔ امیر جہاں مسند بیگم والیہ بھوپال (نواب سکندر بیگم نے ۱۲۸۵ھ میں کم قیمت کی)
مولانا حیدر علی فیض آبادی صاحب منتہی الکلام نے ذیل لکھا مگر ناتمام رہا۔

تنظیم الجواہر مصنف مولوی ولی اللہ بن مفتی سید احمد فرخ آبادی متوفی ۱۲۴۹ھ

فتح القدیر مصنف قاضی شوکانی یمنی متوفی ۱۲۵۵ھ عربی میں ہے۔ اچھی تفسیر ہے تفسیر
ابوالسعود بیضاوی و کشاف سے جمع کی گئی ہے۔

جامع التفاسیر مصنف نواب قطب الدین خان دہلوی متوفی (غالباً ۱۲۸۹ھ) اردو
میں ہے معتبر تفسیر ہے۔

تفسیر رؤفی شاہ رؤف احمد بھوپالی مطبوعہ ۱۲۴۲ھ) ۲ جلدوں میں۔

ہلالین مصنف ابوالبرکات رکن الدین معروف مولوی تراب علی لکھنوی متوفی ۱۲۸۰ھ
تفسیر جلالین کی شرح ہے آخر پارہ قرآن مجید کی۔

تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنف مولوی لطف اللہ بنگالی (۱۲۰۴ھ) سے قبل کی تصنیف ہے

تعلیقات جلالین مصنف مولوی فیض الحسن سہارنپوری (مطبوعہ ۱۲۸۶ھ)

غرائب الرحمٰن مصنفہ مفتی محمد سعید احمد مدراسی (بزبان فارسی) مطبوعہ ۱۲۳۲ھ
تفسیر غوثی مصنفہ مولانا غوثی دکنی (صرف پارہ عم کی تفسیر ہے)

کتب صدی چہار دہم

روح المعانی مصنفہ علامہ محمود آلوسی بغدادی متوفی غالباً سنہ ۱۲۷۰ھ (۳۰) جلد بہت اچھی تفسیر ہے، عربی میں ہے۔

فتح البیان مصنفہ نواب صدیق حسن خان متوفی سنہ ۱۳۰۷ھ (۴) جلد عربی اور تفسیری ہے
غایۃ البیان فی تاویل القرآن مصنفہ حکیم محمد حسن امروہوی پروفیسر اجمیر کالج متوفی غالباً (سنہ ۱۹۰۶ء) اس تفسیر میں مصنف نے کوشش کی ہے کہ قرآن کی ہر ایک آیت کی تطبیق بائبل کی آیات سے کی جائے۔ حالانکہ مصنف نے خود بائبل کا محرف ہونا ثابت کیا ہے، پھر نہ معلوم یہ سعی لاحاصل کیوں کی ہے، یہ تفسیر غیر معتبر ہے مگر اس سے بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان کی اور بھی تفسیریں ہیں۔ سب کا رنگ ایک ہی ہے

فتح المنان معروف تفسیر حقانی، مصنفہ مولانا عبدالحق دہلوی متوفی غالباً سنہ ۱۹۱۷ء یہ تفسیر اردو زبان میں ہے، آٹھ جلدوں میں ہے معتبر تفسیر ہے۔
تفسیر وحیدی مصنفہ مولوی وحید الزمان المخاطب نواب وقار نواز جنگ حیدر آبادی۔
تفسیر المنار مصنفہ علامہ رشید رضا مصری متوفی سنہ ۱۳۵۴ھ یہ تفسیر عربی زبان میں ہے مصنف آیت سورہ یوسف توفنی مسلما و الحقنی بالصالحین تک لکھنے پائے تھے کہ وفات پائی۔

مفسرین حال کی تفسیریں

تفسیر الجواہر مصنفہ علامہ طنطاوی مصری (۲۶) جلد عربی میں ہے
تحقیق البیان مصنفہ شیخ عبدالہادی بخاری مہاجر مکی بزبان عربی غیر مطبوعہ (۱۹) پارہ کی ہے
تفسیر ثنائی مصنفہ مولوی ثناء اللہ اہل حدیث امرتسری
خلافۃ الکبریٰ مصنفہ خواجہ عبدالحی پروفیسر جامعہ ملیہ دہلی، تفسیر کا ایک حصہ ہے یہ غیر معتبر تفسیر ہے۔

بیان القرآن مصنفہ مولانا اشرف علی تھانوی (۱۲) جلد معتبر تفسیر ہے۔

اسرار التنزیل فی تفسیر سورۃ الفیل مصنفہ مولانا الحاج عبد البصیر آزاد ملیح آبادی
نہایت مدلل اور معتبر تفسیر ہے، سنہ ۱۳۳۳ھ میں طبع ہوئی۔

ترجمان القرآن مصنفہ مولانا ابو الکلام آزاد دو جلدوں میں شائع ہوئی ہیں، راقم السطور کو مطالعہ کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ لیکن بعض معتبر علما سے سنا ہے کہ مولانا سے لغزشیں بھی ہوئی ہیں۔

الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون مصنفہ راقم السطور مطبوعہ سنہ ۱۳۵۳ ہجری۔ خاکسار کی تصنیف علم تفسیر میں یہ تصنیف ہے یا تاریخ التفسیر، علم حدیث میں تلخیص الکلام و تاریخ الحدیث، باقی علم تاریخ و ادب اردو میں ہیں۔ احقر کی کتب مجموعہ اور فردوسی ہندوستان کے علاوہ افغانستان وغیرہ میں بھی پسند کی گئی ہیں۔

یہ کہنا بیجا ہوگا کہ تمام تفاسیر کا تذکرہ کر دیا گیا یا فہرست بھی مرتب ہو گئی، کیونکہ تمام تفاسیر کا تذکرہ کتب تفاسیر یا کشف الظنون وغیرہ میں ہے، لیکن کوئی بھی پوری تفسیر مرتب نہ کر سکا، دیگر ممالک کا تو کیا ذکر، یہ بھی بتانا مشکل ہے کہ ہندوستان میں کس قدر کتابیں تصنیف ہوئیں۔ جن تھوڑی کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں معتبر اور غیر معتبر دونوں قسم کی ہیں۔

اعتبار کے متعلق پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے اور اب پھر التماس ہے کہ تفاسیر پر غالب کا حکم بنا لحاظ اکثریت ہے، ورنہ کوئی تفسیر ایسی نہیں جس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ اس کا ہر لفظ معتبر و مستند اور لائق حجت ہے۔ جو تفاسیر متبحر علما اور متقی فضلا کی تصنیف ہیں ان کو معتبر مانا جاتا ہے مگر اسی حد تک کہ کسی صحیح حدیث، کسی مسلم عقیدہ اور مسئلہ کے خلاف نہ ہوں۔

ہندوستان کی بعض تصانیف تفاسیر کا تذکرہ باب التاریخ میں آ چکا ہے اور بعض کا اس باب میں ہے۔ اس پر بھی بہت سے علما و فضلا کی تصانیف باقی رہ گئی ہوں گی۔

بارھویں صدی ہجری کے نصف سے ہندوستان میں مفسرین و مصنفین و مترجمین قرآن کی یہ کیفیت پڑی ہے ہر وہ شخص جو ذرا دل چسپ اردو لکھنے پر قادر ہے اگرچہ وہ عربیت سے نابلد ہو قرآن کا مترجم و مفسر ہے، وہ اپنی تصانیف میں نہایت دریدہ دہنی سے مستند علما اور ائمہ متقدمین پر اعتراضات کرتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بڑوں بڑوں پر اتہامات کرتا ہے۔ اس زمانہ میں یہ ایک فیشن قرار دے لیا گیا ہے اور روشن دماغی اور وسیع الخیالی کا معیار بنا دیا گیا ہے کہ دنیا کی سے قرآن و حدیث و فقہ کو دنیا اور دنیا کے ساتھ مسخر کیا جائے اور اپنی منشا کے موافق ترجمے اور تفسیریں

میں ترجمہ کرایا۔

مولانا جمال الدین وزیر ریاست بھوپال نے (بعہد نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال) بیگم صاحبہ نے سنہ ۱۳۱۹ھ تک حکومت کی) پشتو میں ترجمہ کرایا۔

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان خان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے پکے نومسلم مسٹر محمد پکتھال سے انگریزی میں ترجمہ کرایا۔

رئیس التجار خان بہادر احمد الدین اے بی اے ای تاجر سکندر آباد دکن نے ہندی زبان کا ترجمہ شائع کرایا۔

اُردو زبان میں سب سے پہلے حکیم شریف خان صاحب دہلوی نے ترجمہ کیا، یہ ترجمہ طبع نہیں ہوا حکیم صاحب کے خاندان میں محفوظ ہے (حکیم صاحب کی وفات سنہ ۱۲۲۲ ہجری میں ہوئی۔

شاہ عبد القادر دہلوی نے اُردو میں ترجمہ کیا جو مقبول و مستند اور صحیح ہے، کثرت سے رائج ہے اُردو میں تخمیناً ستر ترجمے ہوئے ہیں، ان میں غیر مستند تراجم کی تعداد زیادہ ہے سب سے زیادہ بہتر اور صحیح ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی کا ہے، اس کے بعد شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کا ترجمہ ہے، اس ترجمہ پر مولانا کے شاگرد رشید مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہترین فوائد لکھے ہیں، فوائد کیا ہیں، مختصر و مفید تفسیر ہے، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی شاگرد شیخ الہند مولانا محمود حسن و مولانا عاشق الٰہی میرٹھی شاگرد مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے بھی ترجمے کئے ہیں جو صحیح اور قابل بھروسہ ہیں۔

بارہویں صدی ہجری کے آخر حصہ سے ہندوستان میں مترجمین قرآن کثرت سے پیدا ہوگئے ہیں، یہ کثرت خطرناک ہے اور قابل التفات نہیں۔

ہندوستانی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ

سنہ ۲۷۰ ہجری میں راجہ مہروگ بن رائق (جو کشمیر زیریں (پنجاب کا شمالی حصہ) کے حکمرانوں میں سے تھا) نے امیر ابو المنذر عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز فرمانروائے منصورہ (اب اسکو بھکر کہتے ہیں سپہ سالار محمد بن قاسم فاتح سندھ نے راجہ داہر والی سندھ کی بیوہ لاڈی سے نکاح کیا تھا اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس کا نام عمر تھا، جب یہ گورنر بنا تو اس نے دریائے سندھ کے مشرقی کنارہ پر ایک شہر آباد کر کے اس کا نام منصورہ رکھا یہ واقعہ سنہ ۱۱۹ھ کا ہے) کو لکھا کہ ہمارے پاس ایک

لیئے مسلمان کو بھی وجہ ہو کہ اسلامی اصول اور قرآن مجید کا ترجمہ ہندی زبان میں لکھا جائے۔ امیر نے ایک عراقی مسلمان کو جو بچپن سے ہندوستان میں رہا تھا اور یہاں کی زبان سے خوب واقف تھا۔ اس عراقی نے راجہ کے حکم سے سندھی زبان میں ترجمہ کیا (عجائب الہند)

اسماء التفاسیر

اس فہرست میں ان تفاسیر کو ذکر کیا جاتا ہے جن کے متعلق تحقیق نہیں ہوئی کیونکہ پہلے کافی تفاسیر کے حالات لکھے جا چکے ہیں۔ اس لئے ان تفاسیر کی تحقیق میں راقم السطور نے کچھ جدوجہد بھی نہیں کی۔

تفسیر سعید سوتر۔ مطالع المعالی معروف تفسیر بغدادی۔ تفسیر الکلبی۔ تقریب المال۔ تقریب تفسیر تلخیص البیان۔ تخریج القرآن۔ تحریر فی التفسیر۔ ترشیح تلخیص البیان۔ جامع الانوار۔ جامع حیدان۔ جامع التاویل۔ جامع الکبیر۔ جوامع البیان۔ تحفۃ الانام فی تفسیر سورۃ الانعام۔ شرف البدر فی تفسیر سورۃ القدر۔ تفسیر ابن زبیر۔ تفسیر ابن مشیشہ۔ لباب فی علم الکتاب مصنفہ ابی حفص عمر بن علی بن عادل الحنبلی دمشقی ۱۰ جلد۔ تحصیل۔ تفسیر اسدی۔ تفسیر سورۃ فاتحہ و بقرہ۔ تفسیر ابن ابی طالب کرمانی۔ تفسیر ابی القاسم بن حبیب۔ تفسیر ابن مخلد۔ تفسیر ابو یعلی۔ تفسیر ابو حاتم مصنفہ ابو بکر عبد الرحمن بن کیسان۔ تفسیر آیۃ الکرسی مصنفہ فتح اللہ بن ابی یزید۔ تفسیر البیانی۔ تفسیر الشمال مصنفہ ابو حمزہ۔ تفسیر جبرئیل۔ تفسیر حمزہ شاہ مصنفہ محمد تبریزی۔ تفسیر الدرر۔ تفسیر الدمیاطی مصنفہ ابو بکر محمد بن بکر بن سہل۔ تفسیر رازی مصنفہ عبد اللہ بن ابی جعفر رازی۔ تفسیر سعید بن منصور۔ تفسیر سور آبادی فارسی مصنفہ ابو بکر عتیق بن محمد۔ تفسیر سورۃ اخلاص مصنفہ علی بن محسن کمالی۔ تفسیر سورۃ الانعام مصنفہ شیخ زادہ۔ تفسیر سورۃ تکاثر مصنفہ صنعی۔ تفسیر سورۃ الفتح مصنفہ شیخ محمد بن الشہیر بامیر شاہ بخاری۔ تفسیر سورۃ یوسف مصنفہ یعقوب بن یوسف۔ تفسیر سورۃ یوسف مصنفہ احمد بن روح اللہ۔ تفسیر سہروردی مصنفہ ابو احمد عمر بن عبد اللہ۔ تفسیر شرف الدین بلبل۔ تفسیر الصالحی مصنفہ صالح بن محمد ترمذی۔ تفسیر الثعالبیہ مصنفہ ابی الحسن محمد بن القاسم الفقیہ۔ تفسیر عبد الصمد بن قاضی محمد بن یوسف ۳۰ جلد۔ تفسیر مصنفہ عبد الحق السخاوی۔ تفسیر علاء الدین ترکمانی امیر حاشیہ برہان الدین ابراہیم بن موسیٰ کرکی حنفی متوفی سنہ ۸۵۳ھ کا۔ تفسیر علوی مصنفہ محمد بن احمد بن محمد

تفسیر غرناطی مصنفہ محمد بن علی اندلسی۔ تفسیر ذروۃ الکتاب ماوردی مصنفہ یعقوب بن عثمان چرخی۔ تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنفہ محمد بن مصطفےٰ کسری۔ تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنفہ محمد بن کاتب کلیبولی۔ تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنفہ ابی حمید بستانی۔ تفسیر فاتحۃ الکتاب مصنفہ ابن کمال الدین رومی۔ تفسیر مصنفہ قبیصہ ابو عامر بن عقبہ سوائی۔ تفسیر المجرد مصنفہ ابی شجاع۔ تفسیر مصنفہ محمد بن ایوب رازی۔ تفسیر مصنفہ مسلم رازی۔ تفسیر المسعودی مصنفہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مروزی شافعی۔ تفسیر مصنفہ سیف بن شریک۔ تفسیر مصنفہ ناصر بن منصور ابن ابی القاسم ۱۰ جلد۔ تفسیر النبی مصنفہ ابوالحسن محمد بن تمیم النقیب۔ تفسیر مصنفہ ابو حذیفہ موسیٰ بن مسعود۔ تفسیر واقدی مصنفہ حسین ابن واقد۔ تفسیر مصنفہ ورق بن عمر۔ تفسیر مصنفہ یعقوب بن عثمان غزنوی۔ الفاتح الوہبی مصنفہ یونس بن عمر حنفی۔ بحر الحقائق والمعانی تفسیر سبع المثانی مصنفہ نجم الدین ابی بکر عبد اللہ بن محمد الشہیر بدایہ۔ بحر الدرر مصنفہ محمد الشہیر بہ ابن معروف سکین زادی۔ بیتا بیع مصنفہ امام یوسف بن عبد اللہ لولوی اندجونی۔

اس مذہب میں تقریباً پانسو تفاسیر کے اسماء دستیاب ہیں۔ اور تمام دنیا میں کس کس ملک اور کس کس زبان میں کسقدر تفاسیر لکھی گئیں ہیں اس کا اندازہ نہیں ہے۔ غالباً کوئی ملک ایسا نہیں کہ جہاں قرآن مجید کی تفسیر تصنیف نہیں ہوئی۔ ایک کتاب میں نظر سے گزرا ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کے وسط تک تمام دنیا میں (۱۷۰۲) کامل تفسیریں لکھی گئی تھیں۔ غیر کامل تفاسیر کا شمار نہیں۔

الباب الثالث فی الرجال

مفسرین و مصنفین قرن اوّل

حضور خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خداوند ذوالجلال نے اپنے کلام ہدایت نظام فرقان حمید قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ اے نبی ہم نے یہ کلام تجھ پر اس لئے نازل کیا ہے کہ تو لوگوں کو خوب کھول کر سمجھا دے چونکہ مختلف طبیعت اور مختلف قابلیت کے لوگوں سے واسطہ پڑتا تھا اس لئے حضور آیات کو سنا کر ان کی تشریح بھی فرماتے تھے۔ آپ کا مبارک کلام قرآن کی تفسیر ہوتا تھا۔ آپ کے کلام کو حدیث کہتے ہیں اسلئے قرآن کے سب سے پہلے مفسر حضور علیہ السلام اور قرآن کی پہلی تفسیر حدیث ہے۔

حضور علیہ السلام کے حالات میں ہر زمانہ اور ہر ملک اور ہر زبان میں اسقدر کتابیں تصنیف ہوئیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ حضور علیہ السلام کے سوا دنیا میں کوئی ریفارمر کوئی بڑے سے بڑا آدمی ایسا نہیں ہوا جس کے حالات میں اس قدر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہوں۔ اور جس کو ہر قوم ہر طبقے ہر مذہب اور ہر ملک کے مصنفین نے سراہا ہو۔ حضور کے سوانح کی تحریر کا سلسلہ لامتناہی ہے۔ ہر سال درجنوں کتابیں آپ کے واقعات کے متعلق شائع ہوتی رہتی ہیں۔

ڈاکٹر مارگولیس کا قول ہے کہ محمد کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے۔ لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے۔

مجھے فخر ہے۔ اور میں شکر کرتا ہوں کہ میں حضور علیہ السلام کے سوانح نگار کا بیٹا ہوں اور پہلا ارادہ ہے کہ والد ماجد مرحوم کی مصنفہ سوانح عمری حیات النبی کو اضافہ کر کے دوبارہ شائع کروں گا۔ ضخیم جلدوں میں بھی آپ کے حالات ختم نہیں ہو سکے اس مختصر کی کیا حقیقت ہے۔ اگر آپ کے مقدس حالات کے متعلق کسی ایک امر کو لکھنا شروع کروں تو ایک ضخیم رسالہ تیار ہو جائے۔

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار ÷ گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

لیکن اس باب کے شروع کرنے کیلئے چند سطریں لکھنا ضروری ہے۔ اس لئے صرف اسقدر بیان پر

استغفار کرتے ہوئے کہ:-

جب دنیا پر جہالت و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں تو رب کریم نے آپ کو خلعت نبوت سے آراستہ فرما کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے ایسی اصلاح فرمائی کہ دنیا نور ہدایت سے معمور ہو گئی۔ آپ کی حکیمانہ تعلیم اور حیرت انگیز کامیابی کا مخالف و موافق تمام مورخین و مصنفین نے اعتراف کیا ہے۔ آپ سن ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۱ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کے والد ماجد کا نام عبداللہ اور والدہ ماجدہ کا نام آمنہ تھا۔ آپ مکہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ میں وفات پائی۔ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ تریسٹھ سال کی سن میں واصل بحق ہوئے۔

کلام الٰہی آپ کی حیات طیبہ میں ضبط تحریر میں تمام و کمال آ چکا تھا۔ آپ کے مقدس اقوال کا کثیر حصہ بھی قلمبند ہو چکا تھا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

حضور علیہ السلام کے اصحاب کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ ان میں سے تقریباً سبھی محدث و مفسر تھے۔ تمام اصحاب کی کوئی فہرست موجود نہیں۔ جو حضرات زیادہ مشہور تھے ان کے حالات مصنفین نے قلمبند کئے ہیں۔ جن کی تعداد آٹھ ہزار کے قریب ہے۔ صحابہ کے اندر دس اصحاب تفسیر میں زیادہ مشہور تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق متوفی سنہ ۱۳ھ، حضرت عمر فاروق سنہ ۲۳ھ، حضرت عثمان غنی سنہ ۳۵ھ، حضرت علی مرتضیٰ سنہ ۴۰ھ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ ابن زبیر سنہ ۷۳ھ، حضرت ابی بن کعب سنہ ۳۰ھ، حضرت زید بن ثابت سنہ ۴۵ھ، حضرت ابوموسیٰ اشعری سنہ ۴۴ھ۔ ان حضرات کے اسماء راقم سطور نے اسی ترتیب سے لکھے ہیں جس ترتیب سے متقدمین کرتے آئے ہیں۔ حضرت خلفائے اربعہ کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی جا چکی ہیں۔ دیگر حضرات کی سوانح عمریاں بھی لکھی گئی ہیں، اور کتب تاریخ میں ان کا مفصل تذکرہ ہے۔ والد ماجد مدظلہ نے تاریخ الفقہ میں اور راقم سطور نے تاریخ الحدیث میں ان حضرات کے حالات لکھے ہیں۔ اس لئے اب ان سب کے حالات کا لکھنا ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس کے حالات مختصر طور پر لکھے جاتے ہیں۔ ازواج مطہرات میں علم تفسیر میں حضرت عائشہ صدیقہ متوفی سنہ ۵۸ھ و حضرت ام سلمہ سنہ ۵۹ھ زیادہ مشہور تھیں۔ ان کے حالات تاریخ الحدیث میں لکھے جا چکے ہیں اور ان کی سوانح عمریاں بھی موجود ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ چھٹے مسلمان تھے، ہجرت و نبوت میں رسول ﷺ کے پاس رہتے تھے اصحاب میں بڑے
زیرک و ذکی و فہم تسلیم کئے گئے ہیں، رسول ﷺ نے فرمایا ابن مسعود سے حدیث سیکھو (ترمذی)
اور فرمایا ہے کہ ابن مسعود میری امت کے لئے جو مسائل تجویز کریں میں اس پر رضامند ہوں (کنز العمال)
اور فرمایا ہے کہ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو ابن مسعود، سالم مولیٰ ابو حذیفہ، معاذ بن جبل،
ابی بن کعب (بخاری) حضرت عمرؓ ان کو خزینۂ علم کہا کرتے تھے، حضرت حذیفہ کا قول ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طرز و روش میں قریب تر عبداللہ بن مسعود تھے،

حضرت مسروق تابعی کا قول ہے کہ میں نے اصحاب کو دیکھا تو تمام صحابہ کے علوم کا سرچشمہ ان چھ کو
پایا علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، عمر بن الخطاب، زید بن ثابت، ابو الدرداء، ابی بن کعب
اس کے بعد دیکھا تو ان چھ کے علم کا منتہا ان دو کو پایا۔ علی، ابن مسعود (اعلام الموقعین)

صحابہ میں ابن مسعود پہلے شخص ہیں جنہوں نے مکہ میں کفار کو علی الاعلان قرآن پڑھ کر سنایا۔
حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ میں معلم اور مفتی مقرر کیا، حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی اسی عہدہ پر رہے
اور بیت المال کے خازن بھی رہے اہل عراق ان کے شاگردوں نے ان کے فتاویٰ اور مذہب فقہ کو
لکھا ہے اس طرح دیگر اصحاب کے فتاویٰ اور مذاہب مرتب نہیں ہوئے (اعلام الموقعین لابن قیم)
۳۲ھ میں وفات پائی۔

علقمہ، اسود، مسروق، قیس بن ابی حازم ان کے خاص شاگرد تھے،

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

رسول اللہ کے چچازاد بھائی تھے، ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے،
رسول اللہ نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ ان کو دین میں فہم عطا فرما اور تفسیر سکھا،
سلطان المفسرین، ترجمان القرآن، حبر الامت ان کے لقب تھے، حضرت عمرؓ کے عہد میں اگرچہ
کم عمر تھے، مگر حضرت عمرؓ ان سے مشورہ لیا کرتے تھے، اور بات کی تفسیر دریافت کیا کرتے تھے،
ابن عباس ایک دن حدیث، ایک دن تفسیر، ایک دن فقہ، ایک دن سیر و مغازی، ایک دن ادب،
ایک دن تاریخ کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں فتوحات افریقہ میں جو کہ

حرب العباد لمشہور ہے۔ یہ اُس کے رکنِ اعظم تھے، جنگِ صفین میں سپہ سالار تھے۔ حضرت علیؓ کے عہد میں بصرہ کے گورنر رہے، آخر عمر میں بصارت باقی نہیں رہی تھی۔ ۷۱ سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔ ابوبکر محمد بن موسیٰ نے ان کے فتاویٰ کو بیس جلدوں میں جمع کیا۔

حضرت ابن عباس سے مختلف طرق سے تفسیر کی روایتیں ہیں، ان میں زیادہ معتبر طریق معاویہ بن ابی صالح عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس ہے۔ امام بخاری نے اسی طریق کو اختیار کیا ہے۔ ابوجعفر نحاس متوفی ۳۳۸ھ نے اپنی کتاب ناسخ میں اور علامہ ابن جریر طبری و ابن ابی حاتم و ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں ابوصالح ہی کے سلسلے سے روایت کی ہے اور اکثر محدثین نے اسی سلسلہ پر اعتماد کیا ہے۔

کریب، ابوجعفر، ابن ملیکہ، عکرمہ، عطاء بن رباح، عبید بن عمیر، سعید بن مسیب متوفی ۹۴ھ و محمد بن محمد متوفی ۱۲۶ھ، عبیداللہ بن عبداللہ، سلیمان بن یسار متوفی ۱۰۷ھ، عروہ بن زبیر متوفی ۹۴ھ و علی بن حسین الملقب امام زین العابدین متوفی ۹۴ھ، وہب ابن منبہ متوفی ۱۱۴ھ نے بھی روایتیں کی ہیں۔

محمد بن سائب کلبی متوفی ۱۴۶ھ و محمد بن مروان بصری متوفی ۱۸۶ھ و مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ کے سلسلے مجروح ہیں۔

ضحاک بن مزاحم کوفی متوفی ۱۰۲ھ کا طریق منقطع ہے، وہ یہ ہے جویبر عن ضحاک عن ابن عباس۔

قیس بن مسلم کوفی متوفی ۱۲۰ھ، عکرمہ مولیٰ ابن عباس متوفی ۱۰۵ھ، طاؤس بن کیسان یمانی متوفی ۱۰۶ھ ان کے سلسلے بھی صحیح ہیں۔

ابن جریج متوفی ۱۵۰ھ کا ایک سلسلہ اس طرح ہے: بکر بن سہل دمیاطی عن عبدالغنی بن سعید عن موسیٰ بن محمد عن ابن جریج عن ابن عباس۔ یہ سلسلہ بھی محلِ بحث ہے۔

ابن جریج سے محمد بن ثور متوفی ۱۹۰ھ و حجاج بن محمد متوفی ۲۰۶ھ کی روایت معتبر مانی گئی ہے۔ شبل بن عباد متوفی ۱۶۰ھ عن ابن ابی نجیح متوفی ۱۳۱ھ عن مجاہد عن ابن عباس رض۔ یہ سلسلہ قریب بصحت ہے۔

قیس عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس یہ سلسلہ بھی صحیح مانا گیا ہے۔

تابعین و مفسرین رضی اللہ عنہم

تابعین میں ہزاروں محدث و مفسر ہوئے ہیں، بعض کا تذکرہ تاریخ الحدیث میں آچکا ہے، بعض کا یہاں لکھا جاتا ہے، باقی تمام تابعین مفسرین کی فہرست مرتب کرنا دشوار ہے،

علقمہ رح

علقمہ بن قیس النخعی نام رسول کے عہد میں پیدا ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت عبداللہ ابن مسعود و حضرت عثمان و حضرت علی وغیرہ اصحاب سے علم حاصل کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے تھے کہ میری معلومات تجھ سے زیادہ نہیں۔ امام شعبی کا قول ہے کہ بصرہ، کوفہ و شام و حجاز میں ان سے بڑھکر کوئی عالم نہ تھا، صحابہ ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ علقمہ ابن مسعود کے شاگردوں میں ممتاز رہتے، علقمہ ابن مسعود کے فضل و کمال کا نمونہ تھے (تہذیب)

حضرت ابن مسعود کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ تمام اصحاب کا علم ابن مسعود و علی پر منحصر تھا، علقمہ ان دونوں حضرات کے شاگرد تھے، اس لئے ان کے فضل و کمال کی جس قدر تعریف کی جائے بجا و درست ہے، ابراہیم نخعی ان کے خاص شاگرد تھے، سنہ ۶۲ھ میں وفات پائی۔

ابوالاسود

ظالم بن عمرو بن سفیان نام، ابوالاسود کنیت، ان کا سلسلہ نسب کنانہ میں دئل سے ملتا ہے، یہ دئل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی نسل سے ہیں اس لئے ان کا قبیلہ دؤلی یا دیلی مشہور تھا، ہجرت سے سولہ برس قبل پیدا ہوئے، رسول اکرم کی وفات کے وقت (۲۶) سال کے تھے،

ابو عبیدہ نے لکھا ہے کہ صحابی تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ حضور کے دیدار مبارک سے بحالت اسلام مشرف نہیں ہوئے کبار تابعین میں سے ہیں۔

حضرت عمر کے عہد میں مدینہ آئے، عمر، علی، ابن عباس، ابوذر وغیرہ اصحاب سے علم حاصل کیا، عمر، عثمان، علی ہر سہ خلفاء کے عہد میں ممالک کے والی رہے، جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے

محدث تھے، فقیہ تھے، دانشمند تھے، حاضر جواب تھے، علم نحو کے موجد تھے، دولتمند تھے، معزز تھے

حماد بن سلیمان اعظم ناس بعد بمذہب ابراہیمؒ (مصنف شرح موطا) اور حماد نے امام ابوحنیفہ کو اپنا جانشین کیا - ابراہیم کی روایت کو جبکہ وہ علقمہ سے اور علقمہ ابن مسعود سے روایت کریں، اصح الاسانید کہا گیا ہے (تقریب)

سنہ ۹۵ھ میں وفات پائی - حماد بن ابی سلیمان و امام ابوحنیفہ ان کے شاگرد تھے۔ ان کی خبر وفات سنکر امام شعبی نے فرمایا کہ ابراہیم نے اپنا نظیر نہیں چھوڑا، جو ان سے زیادہ عالم و فقیہ ہو۔ ایک شخص نے دریافت کیا کیا امام حسن بصری اور امام ابن سیرین بھی، امام شعبی نے کہا حسن بصری اور ابن سیرین ہی نہیں بصرہ، کوفہ، شام و حجاز میں کوئی شخص ان سے زیادہ عالم نہیں رہا۔

ابراہیم کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ ان کے استاد علقمہ و اسود بھی تابعی تھے، وہ خود بھی تابعی تھے ان کے شاگرد حماد بن ابی سلیمان بھی تابعی تھے، پھر ان کے شاگرد امام اعظم بھی تابعی تھے،

سعید بن جبیر

حضرت ابن مسعود و ابن عباس و ابن عمر و عدی بن حاتم طائی کے شاگرد تھے، عطاء بن ابی رباح ان کے شاگرد تھے۔ سعید بن جبیر نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کی فرمائش سے تفسیر لکھی تھی، پچاس برس کی عمر تھی کہ حجاج بن یوسف نے سنہ ۹۵ھ میں شہید کیا۔

حضرت ابن عباس کی خدمت میں کوئی استفتاء لیکر جاتا تو فرماتے کیا تمہارے یہاں سعید ابن جبیر نہیں جو مجھ سے پوچھتے ہو۔

عکرمہ

حضرت ابن عباس کے مولیٰ اور شاگرد تھے، سنہ ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ ان کو حضرت ابن عباسؓ نے نہایت محنت سے تفسیر سکھائی تھی،

عباس بن مصعب مروزی کا قول ہے کہ ابن عباس کے تلامذہ میں عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے، امام شعبی کا قول ہے کہ عکرمہ سے زیادہ کوئی تفسیر کا جاننے والا نہ تھا۔ سفیان ثوری جو خود بڑے مفسر تھے ان کے کمال تفسیر کے معترف تھے، سعید بن جبیر ایسے کامل ہونے پر بھی ان سے استفادہ کیا۔ عکرمہ جب تک بصرہ میں رہتے امام حسن بصری فتویٰ نہ دیتے۔

عوفی

عطیہ بن سعد بن جنادۃ العوفی امام ابن عباس و ابوہریرہ کے شاگرد تھے، امام سفیان ثوری نے

ابو مالک

غزوان الغفاری الکوفی نام، حضرت ابن عباس و حضرت عمار بن یاسر کے شاگرد تھے، سلمہ بن کہیل ان کے شاگرد تھے۔ سن وفات تحقیق نہیں ہوا۔

مسروق بن الاجدع متوفی سنہ ۶۳ھ - مرہ ہمدانی سنہ ۷۶ھ - ابو العالیہ ریاحی سنہ ۹۰ھ - اسود بن یزید سنہ ۷۵ھ - ضحاک بن مزاحم سنہ ۱۰۵ھ - طاؤس بن کیسان سنہ ۱۰۶ھ، حسن بصری سنہ ۱۱۰ھ عطاء بن ابی رباح سنہ ۱۱۴ھ - قتادہ بن دعامہ سنہ ۱۱۷ھ - محمد بن کعب قرظی سنہ ۱۱۸ھ، عمرو بن دینار سنہ ۱۲۶ھ اسمٰعیل بن عبد الرحمن سدی سنہ ۱۲۷ھ، عبد اللہ بن ابی نجیح سنہ ۱۳۱ھ - عطاء بن ابی مسلم (ابو مسلم) خراسانی سنہ ۱۳۵ھ - عطاء ابن السائب سنہ ۱۳۶ھ - زید بن اسلم سنہ ۱۳۶ھ، ربیع بن انس سنہ ۱۳۹ھ - محمد ابن السائب کلبی سنہ ۱۴۶ھ - ابن جریج سنہ ۱۵۰ھ - مقاتل بن حیان سنہ ۱۵۰ھ، معمر بن راشد سنہ ۱۵۳ھ ابو جعفر رازی سنہ ۱۶۰ھ - شعبہ بن الحجاج سنہ ۱۶۰ھ - سفیان ثوری سنہ ۱۶۱ھ یہ اس عہد کے مشہور مفسرین مصنفین میں سے تھے، محمد بن سائب کلبی و مقاتل بن سلیمان یہ ضعیف راوی ہیں، ان حضرات میں سے اکثر کے حالات فقیر نے تاریخ الحدیث میں لکھے ہیں۔

رجال قرن ثانی

امام کسائی

ابو الحسن علی بن حمزہ کسائی بن عبد اللہ بن بہمن بن فیروز نام، خلیفہ ہارون رشید کے معلم تھے، فن قرات کے امام تھے، قراء سبعہ میں سے تھے، امام حمزہ کوفی کے شاگرد تھے، ابو عمر حفص ان کے شاگرد تھے، سنہ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو حنیفہ دینوری

ابو حنیفہ احمد بن داؤد نحوی لغوی سنہ ۲۸۲ھ میں وفات پائی، ابو حنیفہ بہت سے گذرے ہیں اس کنیت کے سولہ شخص ہیں جن کے نام مولانا عبد الحی نے تاریخ الفقہ میں لکھے ہیں، ایک ابو حنیفہ جہمی مذہب کا بھی تھا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مذمت کی ہے، بعض گمراہ فرقے والے ابو حنیفہ دینوری یا ابو حنیفہ جہمی کے اقوال کو امام اعظم ابو حنیفہ کی طرف منسوب کر کے دھوکہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی مذمت شیخ عبد القادر جیلانی نے بھی کی ہے، ایک ابو حنیفہ بھی گذرے ہیں جن کا مذہب جعفری تھا، ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ہوا اس وقت تک کسی قول پر اجماع نہ تھا

الفریابی

محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان الضبی امام یونس بن ابی اسحاق کے شاگرد تھے، امام احمد امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے سنہ ۲۱۲ھ میں وفات پائی

شیخ ابو قبیصہ سوید سنہ ۱۸۰ھ - امام مالک سنہ ۱۷۹ھ - شیخ عبدالرحمن بن زید بن اسلم سنہ ۱۸۲ھ - شیخ حجاج بن محمد سنہ ۲۰۶ھ - شیخ محمد بن ثور سنہ ۱۹۰ھ - شیخ وکیع الجراح سنہ ۱۹۷ھ - شیخ سفیان بن عیینہ سنہ ۱۹۸ھ - شیخ عبداللہ بن وہب سنہ ۱۹۷ھ - شیخ ہشیم بن بشیر سنہ ۱۸۳ھ - امام شافعی سنہ ۲۰۴ھ - شیخ روح بن عبادہ سنہ ۲۰۵ھ - شیخ یزید بن ہارون سنہ ۲۰۶ھ - شیخ ابو عبیدہ معمر بن المثنی البصری سنہ ۲۱۰ھ شیخ عبدالرزاق بن ہمام صنعانی سنہ ۲۱۱ھ - شیخ آدم بن ابی ایاس سنہ ۲۲۰ھ - شیخ سعید بن داؤد سنہ ۲۲۲ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسرین میں سے ہیں - ان حضرات میں سے اکثر کے حالات تاریخ الحدیث میں لکھے جا چکے ہیں -

رجال قرن ثالث

شیخ ابن ابی شیبہ

عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ امام شیخ عبداللہ بن مبارک سے روایت کرتے تھے، ان سے امام بخاری و مسلم نے روایت کی ہے صاحب مسند ہیں سنہ ۲۳۵ھ میں وفات پائی -

شیخ ابن راہویہ

اسحاق بن ابراہیم امام شیخ فضیل بن عیاض، و شیخ معتمر بن سلیمان کے شاگرد تھے، شیخ عبداللہ بن مبارک سے بھی روایت کرتے تھے، ان سے شیخ یحییٰ بن معین نے روایت کی ہے، امام بخاری بھی ان کے شاگرد تھے، صاحب تصنیف تھے (۷۷) سال کی عمر پا کر سنہ ۲۳۸ھ میں وفات پائی -

شیخ عبد بن حمید

صاحب تفسیر و مسند کبیر ہیں - شیخ یزید بن ہارون سے روایت کرتے تھے ان سے امام مسلم نے روایت کی ہے - سنہ ۲۴۹ھ میں وفات پائی -

شیخ علی بن مدینی متوفی سنہ ۲۳۴ھ - شیخ ابی مروان عبدالملک بن حبیب متوفی سنہ ۲۳۸ھ - شیخ ابو الحسن علی بن حجر سعدی سنہ ۲۴۴ھ - شیخ ابو حاتم سہل بن محمد سنہ ۲۴۸ھ - امام بخاری سنہ ۲۵۶ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسرین میں تھے - انہیں سے بعض حضرات کے حالات تاریخ الحدیث میں لکھے جا چکے ہیں -

رجال عہد اختلافی

امام ابن جریر طبری

ابوجعفر ابن جریر آمل میں ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ اسمٰعیل بن موسیٰ اسدی سے روایت کرتے تھے۔ ان سے طبرانی نے روایت کی ہے۔ مجتہد صاحب مذہب تھے۔ ان کا مذہب ۴۰۰ھ تک چل کر معدوم ہوگیا۔ کثیر التصانیف مشہور مفسر و مورخ ہیں۔ صاحب تفسیر و تاریخ ہیں۔ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔ ایک ابن جریر طبری فرقہ امامیہ میں بھی گذرا ہے وہ بھی صاحب تفسیر و تاریخ ہے۔ دونوں میں صرف سنین ولادت و وفات میں فرق ہے۔ بعض لوگ اس ابن جریر کے اقوال امام ابن جریر کی طرف منسوب کرکے دھوکہ دیتے ہیں۔

کوہستان شام میں ایک فرقہ جریری مشہور ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ امام ابن جریر کا مقلد ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ ابن جریر امامیہ کا پیرو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ شیخ ابوسعید کندی متوفی ۲۵۷ھ۔ شیخ ابوعبدالرحمن بقی ۲۷۶ھ۔ قاضی ابوعلی اسمٰعیل ۲۸۲ھ۔ شیخ ابو اسحاق ابراہیم ۲۸۵ھ۔ شیخ ابوالعباس احمد ۲۹۱ھ۔ شیخ ابراہیم نسفی ۲۹۵ھ۔ شیخ ابو اسحاق ابراہیم نیشاپوری ۳۰۳ھ۔ شیخ ابوالحسن علی آملی ۳۰۵ھ۔ شیخ محمد بن یزید ۳۰۶ھ۔ شیخ ابوبکر بن محمد ۳۱۰ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسرین میں سے ہیں۔

رجال صدی چہارم

شیخ ابن المنذر

ابوبکر محمد بن ابراہیم نیشاپوری نام، شیخ الحرم لقب، کثیر التصانیف ہیں۔ زیادہ مشہور الاشراف فی مسائل الخلاف، المبسوط، کتاب السنن، کتاب التفسیر ہیں۔ ۳۱۸ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابن ابی حاتم

عبدالرحمن بن محمد بن ابومحمد ادریس بن ابی حاتم التمیمی الحنظلی نام۔ اپنے باپ کے شاگرد تھے۔ ان کا ایک ضخیم مسند ہے اور ایک تفسیر چار جلدوں میں ہے۔ ۳۲۷ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو القاسم عبد الکریم سنہ ۴۶۵ھ و شیخ ابو عمر یوسف سنہ ۴۶۳ھ و شیخ ابو مسلم محمد سنہ ۴۵۹ھ و
شیخ ابی الحسن علی سنہ ۴۶۸ھ - امام شاہ یعقوب سنہ ۴۷۱ھ و شیخ ابو نصر یوسف سنہ ۴۷۳ھ و شیخ عبد القاہر
جرجانی سنہ ۴۷۴ھ - شیخ ابی معشر عبد الکریم سنہ ۴۷۸ھ - امام الحرمین ابو المعالی سنہ ۴۷۸ھ - شیخ ابی یوسف
عبد السلام سنہ ۴۸۸ھ و شیخ عبد الباقی سنہ ۴۹۳ھ و شیخ ابو عبد اللہ سلیمان سنہ ۴۹۳ھ - امام حسین بن وہب
شیخ ابو محمد شیرازی سنہ ۵۰۰ھ - شیخ ابی بکر عبدوس سنہ ۵۰۰ھ بھی اس عہد کے مشہور مفسر تھے۔

رجال صدی ششم

امام غزالی

ابو حامد محمد بن محمد الغزالی طوسی نام مشہور ائمہ اسلام میں سے تھے۔ کثیر التصانیف تھے اُنکی
تفسیر یاقوت التاویل (۴۰) جلدوں میں ہے۔ سنہ ۵۰۵ھ میں وفات پائی۔

ایک شخص محمد غزالی معتزلی تھا۔ اوسکی بھی تفسیر ہے۔ اکثر اہل باطل اس محمود غزالی کے اقوال
امام غزالی کی طرف منسوب کرکے دھوکہ دیتے ہیں۔

امام بغوی

امام محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی نام۔ ان کی تفسیر معالم التنزیل
تفاسیر سلف کی جامع ہے۔ احادیث اپنی سند سے لائے ہیں لیکن بعض بے اصل قصے بھی نقل کر دیے
ہیں۔ شیخ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب بن محمد حسینی المتوفی سنہ ۸۷۵ھ نے ان کی تفسیر کا اختصار کیا۔
سنہ ۵۱۶ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو القاسم

ابو القاسم محمود بن عمر زمخشری نام۔ جار اللہ لقب۔ خوارزم ضلع زمخشر کے باشندے تھے۔ عرصہ
تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے اس لئے جار اللہ لقب ہوا۔ چہار شنبہ ۲۷ رجب سنہ ۴۶۷ھ میں پیدا ہوئے۔
شیخ ابو نعیم اصفہانی و شیخ ابو الحسن علی بن مظفر نیشاپوری سے علم حاصل کیا۔ ایسے متبحر فاضل ہوئے
کہ ادب، فقہ، مناظرہ، نحو وغیرہ تمام علوم میں صاحب کمال تسلیم کئے گئے۔ یہ معتزلی تھے مگر فروعی
مسائل میں امام ابو حنیفہ کی تقلید کرتے تھے۔ مختلف علوم و فنون کے متعلق ان کی تصانیف ہیں۔

ان کی تفسیر کشاف بہت مشہور ہے۔

علامہ احمد بن محمد موفق الدین خطیب خوارزم المتوفی سنہ ۵۶۸ھ و شیخ محمود ابن ابو القاسم بیانی التعالی

وشیخ جمال الدین بن یونس بن یحییٰ قصار سے علم باطنی حاصل کیا، شیخ کی تصانیف کی تعداد (ابن الامام
میں چار سو ۴۰۰) لکھی ہے انہیں ایک تفسیر کلان جو ۶۴ جلدوں میں ہے سورۂ کہف تک، ایک تفسیر صغیر مکمل دو
جلدوں میں ہے، ان کی تصانیف میں زیادہ مشہور فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم ہیں، فتوحات کا اختصار
شیخ عبد الوہاب شعرانی ۹۷۳ھ نے کر کے لواقح الانوار القدسیہ نام رکھا، پھر اس کا اختصار کر کے
کبریت احمر نام رکھا، بعض فتنہ پردازوں نے شیخ کی تصانیف میں تحریف کی ہے چونکہ بیس مطالب تھے
اس لئے شریروں کا یہ داؤں چل گیا بعض ایسے عقائد و مسائل شیخ کی طرف منسوب کر دیئے جو ان کے
مسلک اور مذہب اہل سنت کے خلاف تھے، ان کی بڑی تفسیر میں بھی یہی کارستانی ہوئی ہے،
علامہ شعرانی نے کبریت میں اس قسم کے مسائل کو نہیں لیا ہے اور لکھا ہے کہ میں نے ایک نسخہ فتوحات کا
شیخ شمس الدین سید محمد بن سید ابو الطیب مغربی کے پاس دیکھا جو شیخ اکبر کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا،
اس میں اس قسم کے مسائل نہ تھے، اس لئے فتوحات کا مطالعہ کرنے والوں کو کبریت کا مطالعہ ضروری ہے
فصوص الحکم کی ۳۰ علماء و فضلاء نے شرحیں لکھی ہیں، انہیں میں مولانا صدر الدین قونوی ۶۷۲ھ مولانا
عبد الرحمن جامی ۸۹۸ھ، مخدوم علی مہائمی ۸۳۵ھ، خواجہ پارسا ۸۲۲ھ، شیخ کمال الدین کاشانی
۷۳۰ھ، امیر کبیر سید علی ہمدانی ۷۸۶ھ بھی ہیں، شیخ ابن عربی نے ربیع الاول ۶۳۸ھ میں وفات
پائی، شیخ کے مخالف بھی بہت تھے اور معتقد بھی بہت سے، شیخ کی تائید میں (۱۱) علماء و فضلاء نے
کتابیں لکھی ہیں انہیں میں امام جلال الدین سیوطی، شیخ عبد الوہاب شعرانی، امام عبد اللہ یافعی ۷۶۸ھ
فیروزآبادی صاحب قاموس اور حافظ ابن حجر عسقلانی بھی ہیں۔

قاضی بیضاوی

ابو سعید ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی نام، شافعی المذہب تھے، شیراز کے قاضی تھے
آخر عمر میں ترک منصب کر کے شیخ محمد بن محمد کختائی کی خدمت میں رہے، شیخ کے ایما سے تفسیر لکھی،
ان کی تفسیر مشہور و مقبول ہے، اس تفسیر میں اعراب و معانی و بیان کے متعلق جو کچھ ہے وہ تفسیر کشاف
کی، اور جو حکمت و کلام سے متعلق ہے وہ تفسیر کبیر کی، اور جو اشتقاق و غوامض و حقائق و لطائف
و اشارات ہیں وہ تفسیر راغب کی تلخیص ہے، ان سب پر اپنی طرف سے وجوہ معقولہ و تصرفات مقبولہ
کا اضافہ کیا ہے، یہ امر قابل افسوس ہے کہ فضائل سور میں ضعیف و موضوع روایات بھی لائے ہیں
۶۸۵ھ میں وفات پائی۔

شیخ علم الدین سخاوی ۶۴۳ھ، شیخ ابو السعادات مبارک ۶۰۶ھ، شیخ ابو محمد [illegible] ۶۲۲ھ

تفسیر کشاف و صیغہ وی پر حواشی ہیں۔ ان کے شاگردوں میں زیادہ مشہور ان کے بیٹے محمد مصنف
شرح کتاب ارشاد تفتازانی اور فخرالدین عجم اور شیخ احمد شیروانی ہیں

شیخ شمس الدین فناری

شمس الدین محمد بن حمزہ فناری نام ۷۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ جلال الدین اقسرائی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ اپنے والد شیخ حمزہ کے مرید تھے۔ حنفی المذہب تھے۔ جامع الکمالات تھے۔ بروصہ کے قاضی تھے۔ سلطان بایزید خان ان کی بہت قدر و منزلت کرتا تھا۔ کثیر التصانیف تھے۔ رجب ۸۳۴ھ میں وفات پائی۔

شیخ علی مصنفک

علی بن مجد الدین بن محمد بن مسعود بن امام فخرالدین رازی نام۔ مصنفک لقب۔ ۸۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ حنفی المذہب تھے۔ شیخ جلال الدین یوسف و شیخ عبدالعزیز احمد وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ تصنیف کا شوق کمسنی ہی میں تھا۔ اس لئے مصنفک مشہور ہوئے۔ ۸۷۵ھ میں وفات پائی۔ بزرگ صاحب باطن کثیر التصانیف تھے۔ تفسیر کشاف کی شرح لکھی۔ فارسی میں بھی ان کی کئی تصانیف ہیں۔

شیخ علاؤالدین قوشجی

علاؤالدین علی بن محمد قوشجی (قوشجی نگہبان باز کو کہتے ہیں) شیخ کے باپ میرزا الغ بیگ کے یہاں اس کام پر ملازم تھے اس سبب سے یہ بھی قوشجی مشہور ہوئے۔ قاضی زادہ سے علم حاصل کیا۔ حنفی المذہب تھے۔ ان کی تصانیف میں زیادہ مشہور حاشیہ تفسیر کشاف حاشیہ تفتازانی شرح تجرید اور رسالہ محمدیہ (سلطان محمد خان کے نام پر معنون تھا) ہیں۔

الغ بیگ میرزا نے ان کو سمرقند رصدگاہ کا عہدہ دیا۔ الغ بیگ کے بعد ان کے ناگواری سے کچھ قدر نہ کی۔ یہ برداشت نہ کر کے تبریز آ گئے۔ امیر حسن والی تبریز نے ان کی بہت قدر کی۔ اسی زمانہ میں امیر تبریز نے سلطان محمد خان کو خوش کرنے... جنگ کے آثار نمایاں ہوئے۔ والی تبریز نے قوشجی کو سفیر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اس طرح حق سفارت ادا کیا کہ سلطان ان کا گرویدہ ہو گیا۔ اور تمام معاملات خوبی سے طے ہو گئے۔ سلطان نے اصرار کیا کہ یہیں قیام کریں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ تبریز جا کر بار رسالت سے سبکدوش ہو کر آؤں گا۔ جب یہ تبریز پہنچے تو سلطان کا قاصد ان کی طلب میں پہنچا۔ جب یہ روانہ ہوئے۔ سلطان نے یہ انتظام کیا کہ ہر منزل پر ان کا شاندار استقبال ہوتا تھا

یومیہ وظیفہ مقرر کیا تھا۔ بیضاوی پر ان کا حاشیہ ہے۔ ۹۱۰ھ میں وفات پائی۔

امام سیوطی

عبدالرحمن بن ابوبکر کمال الدین محمد بن سابق الدین بن عثمان نام۔ ابوالفضل کنیت، جلال الدین لقب، اسیوط یا سیوط (علاقہ مصر) کے باشندہ تھے۔ ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔

شیخ الاسلام علم الدین بلقینی، شیخ تقی الدین شمنی حنفی، شیخ محی الدین کافیجی سے علوم حاصل کئے۔ ان کے والد ان کو بعمر (۳) سال بخیال حصول برکت ایک مرتبہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے درس میں لے گئے تھے، اس لئے بعض نے ان کو حافظ کا شاگرد لکھ دیا ہے۔ ان کی چند کتابیں تفسیر و علم تفسیر کے متعلق ہیں۔ کل تصانیف کی تعداد پانچسو ہے۔ ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد

محمد بن مصطفیٰ بن حاجی حسن نام، ماہر علوم و فنون تھے، حنفی المذہب تھے۔ سلطان محمد خان ان کا قدردان تھا۔ قسطنطنیہ کے قاضی تھے۔ نوے برس کی عمر میں ۹۰۱ھ میں وفات پائی۔ تفسیر بیضاوی پر سورۂ انعام تک ان کا حاشیہ ہے۔ میزان التصریف ان کی تصنیف ہے۔

شیخ اسمٰعیل

کمال الدین اسمٰعیل قرامانی نام، قرہ کمال لقب۔ شیخ احمد قرمانی اور ملا خسرو کے شاگرد تھے۔ ماہر علوم تھے، حنفی المذہب تھے، مدرسہ ادرنہ کے صدر مدرس تھے۔ ان کو ساٹھ درہم یومیہ وظیفہ دیا جاتا تھا۔ تفسیر بیضاوی کے محشی ہیں۔ اور بھی چند تصانیف ہیں۔ ۹۲۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ شمس الدین

شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال نام، ابن کمال پاشا لقب، حنفی المذہب تھے۔ سلطان سلیم خان ان کا قدردان تھا۔ قاضی عسکر تھے۔ بیضاوی کے محشی ہیں۔ ۹۴۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ زادہ

اس لقب سے دو مفسر مشہور ہیں، اور دونوں بڑے ماہر علوم و محقق گذرے ہیں۔

ایک محمد بن مصلح الدین بروی حنفی محشی بیضاوی صدر مدرس مدرسہ قسطنطنیہ متوفی ۹۵۱ھ۔ ان کا بیضاوی کا حاشیہ چار جلدوں میں ہے۔

دوسرے عبدالرحمن بن جمال الدین، قصبہ مرزیفون کے باشندہ اور مفتی ابوالسعود مفسر کے شاگرد تھے۔ ۹۸۳ھ میں وفات پائی۔

شیخ محی الدین

محی الدین محمد بن شیخ مصلح الدین قوجوی نام۔ قسطنطنیہ میں مدرس تھے۔ سلطنت کی طرف سے پندرہ روپیہ یومیہ وظیفہ تھا، یہ تمام غربا پر صرف کر دیتے تھے۔ آخر تارک الدنیا ہو گئے۔ تفسیر بیضاوی پر ان کا حاشیہ ہے جو کثیر النفع ہے۔ ۹۵۱ھ میں وفات پائی۔

مفتی ابو السعود

ابو السعود بن محی الدین محمد بن مصطفیٰ عمادی نام۔ قصبہ اسکلیب از علاقہ روم کے باشندے تھے۔ ۸۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے باپ اور شیخ مؤید زادہ سے علم حاصل کیا۔ سلطان سلیمان خان اور سلطان سلیم خان ان کے قدردان تھے۔ ۹۸۲ھ میں وفات پائی۔

ان کی تفسیر ارشاد العقل السلیم معتبر و مستند و معتبر ہے۔ اس کی ایسی شہرت ہوئی کہ سلطان سلیمان خان نے روم کے علماء کا شرف ظاہر کیا۔ مصنف نے خود مکمل ہی بھیجی۔ سلطان نے ان کے وظیفہ میں پانچسو درہم یومیہ کا اضافہ کیا۔ جب تفسیر مکمل ہو گئی چھ سو درہم یومیہ مستقل وظیفہ کر دیا۔ ان کا تفسیر کشاف پر بھی حاشیہ ہے۔ یہ خطیب المفسرین مشہور ہیں۔

ملا فتح اللہ

ملا فتح اللہ شیرازی نام، عادل شاہ بادشاہ بیجاپور دکن نے ان کو شیراز سے دکن بلایا۔ یہاں آ کر تفسیر تصنیف کی۔ جب اکبر بادشاہ نے طلب کیا تو فتح پور سیکری پہنچے۔ بادشاہ کی طرف سے عضد الدولہ خطاب ملا۔ حکیم ابو الفتح نے استقبال کیا۔ بادشاہ نے ان کو صدر الصدور کے عہدہ پر مقرر کیا۔ کشمیر میں ۹۹۷ھ میں وفات پائی۔ ملا عبد السلام لاہوری محشی بیضاوی ان کے شاگرد تھے۔

منشی

محمد بن بدر الدین صاروخانی نام، منشی لقب، انہوں نے تفسیر لکھ کر سلطان مراد خان ثالث کو پیش کی۔ سلطان نے ان کو شیخ الحرم مقرر کیا۔ ۱۰۰۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ کمال الدین محمد بن ابی شریف مقدسی متوفی ۹۰۶ھ، شیخ محی الدین بن تقی کرمانی مشہور اخوین ۹۰۴ھ، شیخ زین العابدین ابو الحسن محمد ۹۰۸ھ، سید معین الدین ۹۰۸ھ، شیخ جنید ۹۰۶ھ، شیخ مصطفیٰ بن شعبان سروری ۹۶۹ھ، شیخ عبد الرحمن ۹۳۲ھ، شیخ محی الدین محمد اسکلیبی ۹۱۲ھ، شیخ جلال الدین ۹۲۶ھ، قاضی زکریا ۹۲۶ھ، قاضی شہاب الدین بن کمال الحنفی ۹۲۷ھ، شیخ محمد بن محمود ۹۱۲ھ، شیخ ابو الفضل قرشی صدیقی خطیب معروف کازرونی ۹۴۰ھ۔

الباب الرابع فی الشتات

بعض اصطلاحات

صرف اُن اصطلاحات کو لکھا جائے گا جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے۔

تعوّذ۔ اعوذ باللہ

تسمیہ۔ بسم اللہ

فاتحہ۔ الحمد شریف

فسطاط القرآن:۔ سورۂ بقرہ

سبع طوال:۔ سات بڑی سورتیں بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، انفال مع توبہ۔

مئین:۔ وہ سورتیں جنمیں کم وبیش سو آیتیں ہیں۔ سورۂ یونس سے فاطر تک۔

مثانی:۔ سورہ یٰسین سے قٓ تک سورتیں، مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں قصص کو دہرایا گیا ہے اور بار بار نصیحتیں کی گئی ہیں، یہ سوسے کم آیت والی سورتیں ہیں۔

مفصّل۔ سورۂ قٓ سے آخر تک کی سورتیں۔ مفصّل اس لئے کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی جدا جدا ہیں۔ مفصّل کی تین قسمیں ہیں۔ طوال، اوساط۔ قصار

طوال۔ قٓ سے مرسلات تک

اوساط۔ نبا سے ضحیٰ تک

قصار:۔ الم نشرح سے ناس تک

مُقری:۔ پانچویں صدی ہجری تک علوم قرآن میں فن قرأت، تفسیر علم ناسخ ومنسوخ، اہم علوم تھے، درس وتدریس، سلسلۂ روایت میں تقریباً وہی اہتمام تھا جو فن حدیث میں تھا۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ لابی جعفر النحاس) ان علوم کے ارباب کمال کو مقری کہتے تھے مقری کا تمام علوم دینیہ میں صاحب دستگاہ ہونا ضروری تھا (کتاب الانساب للسمعانی)

زہراوین۔ سورۂ بقرہ وآل عمران۔

قلاقل، چاروں قل یعنی ناس، فلق، اخلاص، کافرون

جزو۔ کتاب کے ایک مکمل حصّے کو کہتے ہیں جس کو مجلد ہونے سے پہلے تیار کیا جاتا ہے (مراد از جزو جلد بست
(انگریزی فولیو سکشن) یہ باب کتاب کو مجلد اسی وقت کہتے ہیں جب اس کی جلد بن جائے۔ ہم جزو کو
جزو کہتے ہیں یعنی سولہ صفحات اہل عرب اس کو کراسہ کہتے ہیں۔

مستملی۔ راویوں کا سلسلہ جس نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ہم نے عمرو سے، عمرو نے نافع سے

عالی۔ جس سند میں تعداد روات کم ہو۔

نازل۔ جس سند میں تعداد رواۃ زیادہ ہو۔

صحابی۔ وہ مسلمان جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اسکا خاتمہ بھی اسلام پر ہوا

تابعی۔ وہ مسلمان جنہوں نے کسی صحابی کو دیکھا ہو اور ان کا خاتمہ بھی اسلام پر ہوا۔

تبع تابعی۔ وہ مسلمان جنہوں نے کسی تابعی کو دیکھا ہو اور ان کا خاتمہ بھی اسلام پر ہوا۔

مخضرمین۔ وہ لوگ جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے دیکھے مگر رسول کریم
کے دیدار سے مشرف نہیں ہوئے اور ان کا خاتمہ اسلام پر ہوا۔

تخریج۔ کوشش کرکے کسی حدیث کی سند نکالنا۔ اور کسی حدیث کو مع سند ذکر کرنا۔

روایت۔ جو حدیث بیان کیا جائے۔

راوی۔ روایت بیان کرنے والا۔

مروی عنہ۔ جس سے روایت بیان کی گئی۔

حدیث۔ قول و فعل و تقریر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خبر بھی کہتے ہیں۔ حدیث
کی بہت سی قسمیں ہیں یہ بعض اقسام درج ہیں۔

صحیح۔ وہ حدیث ہے جس کے راوی متدین، متشرع، جید الحفظ، ضابط، عادل ہوں
اور اس کی سند متصل ہو اور اس میں کوئی علت نہ ہو۔

ضعیف۔ وہ روایت جس میں کوئی راوی کم فہم یا بد حافظہ ہو۔

موضوع۔ بنائی ہوئی حدیث جس کا راوی وضع کرتا ہو۔

متواتر۔ وہ حدیث جس کو اس قدر اشخاص بیان کریں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو
علماء نے ان کی تعداد مختلف قرار دی ہے ۴ - ۵ - ۷ - ۱۰ - ۱۲ - ۲۰ - ۴۰ - ۷۰ - ۳۱۳

تواتر کی چار قسمیں ہیں۔ تواتر اسنادی، تواتر طبقہ، تواتر قدر مشترک، تواتر توارث۔

تواتر اسنادی۔ جو حدیث ایسے سند صحیح سے مذکور ہو۔

تواتر طبقہ یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے کس سے لیا بلکہ یہ معلوم ہو کہ پچھلی نسل نے اگلی نسل سے لیا۔

تواتر قدر مشترک۔ حدیثیں کئی ایک خبر واحد آئی ہوں ان میں قدر مشترک متفق علیہ وہ حصہ حاصل ہو جو تواتر کو پہنچ گیا۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات جو کہ متواتر ہیں کچھ خبر احاد ہیں ان احادیث اگر کوئی مضمون قدر مشترک ہوتا ہے تو وہ قطعی ہو جاتا ہے۔

بعض احادیث ایسی ہیں جو باعتبار الفاظ اور سند کے متواتر نہیں ہیں وہ باعتبار معنی کے متواتر ہو جاتی ہیں اگر ان کے معنی اتنے راویوں اور سندوں سے آئے ہوں کہ ان کا مجموعہ جمع ہونا محال ہو۔

تواتر توارث۔ نسل سے نسل نے لیا ہو یعنی بیٹے نے باپ سے لیا اس نے اپنے باپ سے لیا۔

متصل جس کی سند میں از اول تا آخر ایک راوی بھی ساقط نہ ہوا ہو۔

احاد۔ جو روایت متواتر نہ ہو۔

مرفوع جس حدیث کی سند رسول کریم تک پہنچتی ہو اور تمام راوی ثقہ ہوں

شاذ۔ اگر ثقہ راوی نے کوئی ایسی روایت کی کہ جو اس سے ارجح راوی کی روایت کے خلاف ہے تو اس روایت کو شاذ کہیں گے۔

مرسل۔ تابعی سے اوپر کا راوی جس حدیث کا ساقط ہو

مشہور۔ وہ صحیح روایت جس کے ہر طبقہ میں کم از کم تین راوی ضرور ہوں یا جس کی روایت عہد صحابہ میں کم ہوئی ہو اور بعد کو بہت زیادہ ہوئی ہو۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ رواۃ کا سلسلہ ابتدا سے انتہا تک یکساں ہو۔

منقطع جس حدیث کی سند سے ایک یا کئی راوی متفرق مقامات سے ساقط ہوں۔

اثر۔ قول و فعل و تقریر تابعی۔

محدث جو شخص علوم دینیہ کا متبحر فاضل اور ماہر علوم حدیث ہو اور بدرس تدریس اور تصنیف و تالیف علم حدیث میں مشغول ہو۔

مفسر۔ جو شخص درس و تدریس و تالیف تصنیف علم حدیث میں مشغول ہو اور علوم دینیہ کا متبحر فاضل اور ماہر علوم تفسیر ہو۔ درحقیقت محدث و مفسر کی کوئی تقسیم قدیم سے نہیں ہے بلکہ بعض مصنفین حال نے ایسا کیا ہے۔

طریق۔ سلسلہ روایت۔ سنت قول و فعل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

صحاح ستہ - حدیث کی چھ کتابیں، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد سنن نسائی - سنن ابن ماجہ۔ اسی ترتیب سے ان کتابوں کا رتبہ ہے۔

ائمۂ ستہ - حدیث کے چھ امام - امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی - امام ابوداؤد امام نسائی - امام ابن ماجہ -

ائمۂ خمسہ، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد - امام نسائی۔

وحی جو حکم خدا کی طرف سے رسول کریم پر نازل ہوا - جس کی دو قسمیں ہیں، وحی خفی، وحی جلی

وحی جلی جس کے الفاظ من جانب اللہ حضور پر نازل ہوئے اور آپ نے اس کو پڑھکر سنایا اس کو وحی متلو بھی کہتے ہیں یہ قرآن مجید ہے۔

وحی خفی جس کا مطلب حضور کے قلب مبارک پر نازل ہوتا تھا اور اس کو حضور اپنے الفاظ و عبارت میں بیان فرماتے تھے اس کو وحی غیر متلو بھی کہتے ہیں یہ حدیث ہے۔

تعامل - عملدرآمد -

متن - روایت کی اصل عبارت

شیخین امام بخاری و مسلم

مکثرین جن اصحاب کی مرویات کی تعداد ہزار یا اس سے زیادہ ہے۔

متوسطین - جن اصحاب کی مرویات کی تعداد پانچسو یا اس سے زیادہ ہے -

مقلین جن اصحاب کی مرویات کی تعداد پانسو سے کم ہے۔

اقلین جن اصحاب کی مرویات کی تعداد چالیس سے کم ہے۔

متفق علیہ وہ حدیث جس کو امام بخاری و امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہو

افراد بخاری جس کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہو -

افراد مسلم جس کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہو -

اصح الاسانید جس روایت کے تمام راوی ہر طرح اعلیٰ درجے کے ہوں -

بعض ائمہ کہتے ہیں کہ اصح الاسانید امام زین العابدین ہیں جبکہ وہ اپنے باپ امام حسین اور وہ حضرت علی سے روایت کریں۔

بعض کا قول ہے کہ نافع تابعی ہیں جبکہ وہ حضرت ابن عمر سے روایت کریں -

بعض کا قول ہے کہ امام زہری ہیں جبکہ وہ سالم سے اور سالم حضرت ابن عمر سے روایت کریں -

بعض کا قول ہے کہ محمد بن سیرین ہیں جبکہ وہ عبیدہ بن عمرو سے اور حضرت علی سے روایت کریں
بعض کا قول ہے کہ ابراہیم نخعی ہیں جبکہ وہ علقمہ سے اور وہ حضرت ابن مسعود سے روایت کریں
سلسلۃ الذہب ہے۔ یہ وہ روایت جس کو امام مالک نافع سے ہو کے بواسطہ حضرت ابن عمر روایت کریں۔

مسند۔ حدیث کی وہ کتاب جس میں احادیث کو ترتیب صحابہ جمع کیا گیا ہو خواہ باعتبار حروف تہجی خواہ باعتبار سبقت اسلام خواہ باعتبار شرافت نسبی۔

شرائط شیخان۔ امام بخاری و امام مسلم نے جو شرطیں قبول حدیث کیلئے مقرر کی ہیں۔

نص۔ آیت قرآنی۔

جرح۔ وجہ طعن بیان کرنا۔

تعدیل۔ اوصاف بیان کرنا۔

ضعیف۔ وہ راوی جس میں کوئی عیب ہو یعنی بدحافظہ ہو، وہمی ہو، غلطیاں کرتا ہو وغیرہ وغیرہ۔

مجہول۔ جس راوی کا حال مفصل معلوم نہ ہو۔ اس کا پتہ نشان مذکور نہ ہو۔

طبقات رواۃ۔ محدثین نے راویوں کے چار درجے مقرر کئے ہیں چنانچہ ان کے علم فضل، زہد و تقویٰ، صحت و فراست، اعتقاد و خیالات کے مطابق درجے مقرر کئے ہیں۔ جس درجہ کا راوی ہوگا اسی حد تک اس کی روایت پر بھروسہ کیا جائیگا۔ سب سے زیادہ معتبر راوی درجہ چہارم کے ہیں۔

طبقات کتب حدیث۔ کتب حدیث کے بھی طبقات ہیں۔ جس طبقہ کی کتاب ہوگی اسی درجہ پر اس کی روایت پر اعتماد ہوگا۔ کتب صحاح ستہ میں صحیح بخاری و صحیح مسلم اول طبقہ ہیں، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد و سنن نسائی طبقہ دوم میں اور سنن ابن ماجہ طبقہ سوم میں آتی ہیں۔

روایۃ بالمعنی۔ راوی نے حدیث میں اس طرح اختصار کیا کہ مطلب پر فرق نہ آیا۔ یا الفاظ حدیث کو یاد نہ رکھا اور مطلب محفوظ رکھا اور اس کو اپنی عبارت میں بیان کیا۔

روایۃ باللفظ۔ راوی نے حدیث کے اصل الفاظ کو محفوظ رکھا ہو۔

مستملی۔ محدثین کے درس میں ہزاروں طالب علم ہوتے تھے اس لئے آواز پہنچانے کو زیر مجلس کے مسموع نہ ہو سکتی تھی اس لئے شیخ کے درمیان میں کسی ہوشیار طالب علم کو کھڑا کر دیتے تھے جو شیخ کے الفاظ کو بلند آواز سے دہراتا تھا۔

طبقات المفسرین

علماء کرام نے مفسرین کے طبقات قائم کئے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے اپنے عہد تک کا آٹھ طبقے قرار دئے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان نے اکسیر فی اصول التفسیر میں اپنے عہد تک تیرہ طبقے قرار دئے ہیں۔ نواب صاحب نے طبقہ نہم کے بعد جو تقسیم کی ہے وہ سوائے طوالت کے کچھ نہیں اور بارہویں طبقہ میں بڑے بڑے مفسرین کو چھوڑ کر اپنے والد سید اولاد حسن مفسر آیۂ ولی للمتقین کو شامل کر دیا ہے۔

مولانا عبد الحق دہلوی مفسر تفسیر حقانی نے اپنے عہد تک نو طبقے قائم کئے ہیں۔ اور طبقہ نہم کو نویں صدی سے لیکر چودہویں صدی تک وسعت دی ہے۔ ایسی وسعت کسی طبقہ کو حاصل نہیں یہ اختصار بھی مناسب نہیں۔ خاکسار نے طبقہ نہم تک مولانا کی تقسیم کو نقل کیا ہے اور طبقات دہم و یازدہم و دوازدہم خود قائم کئے ہیں۔

طبقات قائم کرنے سے یہ مقصد نہیں ہے کہ جس قدر اسماء طبقات میں آئے ہیں بس وہی مفسر ہیں۔ یا وہ ایسے مستند ہیں کہ ان کی ہر بات قابل تسلیم ہے بلکہ ہر عہد کے دو دو چار چار مفسرین کے نام لکھ دیئے باقی اُن کے معاصرین اسی طبقہ میں شمار کئے جائیں گے۔

تمام مفسرین کی مکمل فہرست مرتب کرنا ممکن ہی نہیں۔

طبقہ اوّل

اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب مفسر قرآن تھے۔ لیکن اُن میں زیادہ مشہور دس حضرات تھے انہیں میں حضرت علی و حضرت عبد اللہ بن عباس کو تفسیر میں زیادہ ملکہ تھا۔

ابو بکر صدیق متوفی سنہ ۱۳ھ۔ عمر فاروق سنہ ۲۳ھ۔ عثمان غنی سنہ ۳۵ھ۔ علی مرتضیٰ سنہ ۴۰ھ۔ عبد اللہ ابن مسعود سنہ ۳۲ھ۔ عبد اللہ بن عباس سنہ ۶۸ھ۔ عبد اللہ بن زبیر سنہ ۷۳ھ۔ ابی بن کعب سنہ ۳۵ھ زید بن ثابت سنہ ۴۵ھ۔ ابو موسیٰ اشعری سنہ ۴۴ھ۔

طبقہ دوم

مرہ ہمدانی سنہ ۷۶ھ۔ ابو العالیہ سنہ ۹۰ھ۔ سعید بن جبیر سنہ ۹۵ھ۔ عکرمہ سنہ ۱۰۵ھ۔ ضحاک بن مزاحم [illegible] ۱۲۰ طاؤس بن کیسان سنہ ۱۰۶ھ۔ حسن بصری سنہ ۱۱۰ھ۔ عطیہ عوفی سنہ ۱۱۱ھ۔ عطاء بن ابی رباح سنہ ۱۱۴ھ

ابو الفداء عماد بن اسماعیل بن عمر بن کثیر ۷۷۴ھ - شرف الدین عبد الواحد ابن المنیر ۷۳۳ھ
قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی ۷۱۰ھ - شرف الدین طیبی ۷۴۳ھ

طبقہ نہم

جلال الدین محلی ۸۶۴ھ - علی بن احمد مہائمی ۸۳۵ھ - ملک العلما شہاب الدین ۸۴۹ھ -
سعد الدین تفتازانی ۷۹۲ھ - ملا حسین واعظ کاشفی ۹۱۰ھ - ابو زرعہ ولی الدین عراقی ۸۲۶ھ
عبد الرحمن بن عمر بلقینی ۸۲۴ھ - مفتی ابو السعود ۹۸۲ھ - عصام الدین اسفرائنی ۹۴۳ھ -
ابو الفیض فیضی ۱۰۰۴ھ - جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ -

طبقہ دہم

قاضی شوکانی ۱۲۵۰ھ - قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ - شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۷۶ھ -
شاہ عبد القادر دہلوی ۱۲۳۰ھ - شاہ عبد العزیز ۱۲۳۹ھ - علامہ محمود آلوسی بغدادی ۱۲۷۰ھ
نواب صدیق حسن خان ۱۳۰۷ھ - سلیمان جمل ۱۲۰۴ھ - نواب قطب الدین خان ۱۲۸۹ھ - مولوی [illegible]

طبقہ یازدہم

مولانا احمد حسن امروہوی ۱۳۳۰ھ - شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ۱۳۳۹ھ - نواب وقار نواز جنگ
مولانا عبد الحق دہلوی ۱۳۳۵ھ - علامہ رشید رضا مصری ۱۳۵۴ھ -

طبقہ دوازدہم
مفسرین حال

مولانا اشرف علی تھانوی - مولانا ابو الکلام - مولانا شبیر احمد عثمانی - مولانا حسین احمد مدنی -
مولوی ثناء اللہ امرتسری - شیخ عبد اللہ [illegible] - مولانا احمد علی لاہوری

علوم التفسیر

علم تفسیر کا موضوع قرآن مجید ہے اس لئے جس قدر علوم کا تعلق قرآن مجید سے ہے ان کا تعلق تفسیر سے بھی ہے۔ علوم قرآنی کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے۔ امام سیوطی نے ان کو اسی انواع میں محدود کیا ہے۔ ہم یہاں خاص خاص علوم کو لکھتے ہیں اور جہاں تک تحقیق ہو سکا ہے کہ کس کس علم پر پہلا مصنف کون ہے اس کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔

علم مکی و مدنی یعنی یہ معلوم کرنا کہ آیت مکہ میں نازل ہوئی یا مدینہ میں۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے

کیونکہ آخر آیتوں کا علم حاصل ہوتا ہے جو بعد میں نازل ہونے کی وجہ سے کسی حکم سابق کی ناسخ ہوگی یا اس حکم کے عموم کی تخصیص کرے گی۔ اس پر پہلی تصنیف ابو محمد مکی بن ابی طالب قیسی مقری متوفی ۴۳۷ھ کی ہے

علم حضری و سفری۔ یہ معلوم کرنا کہ یہ آیت بحالت اقامت میں نازل ہوئی ہے یا سفر میں

علم صیفی و شتائی۔ یہ معلوم کرنا کہ یہ آیت موسم سرما میں نازل ہوئی ہے یا گرما میں

علم فراشی و نومی۔ یہ معلوم کرنا کہ یہ آیت کب نازل ہوئی جبکہ حضور بستر پر آرام فرما رہے تھے مگر بیدار تھے یا بحالت خواب میں تھے یا استراحت یا پلک جھپکنے کے وقت۔

علم ارضی و سماوی۔ بعض ایسی آیتیں ہیں کہ ان کا نزول نہ زمین پر ہوا نہ آسمان پر بلکہ فضا میں کسی مقام پر جیسے سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں کہ ان کا نزول جب ہوا کہ حضور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تھے (صحیح مسلم)

علم ابتدائی۔ یعنی سب سے پہلے کونسی آیتیں نازل ہوئیں۔ اسی میں اوائل مخصوصہ شامل ہے وہ آیتیں جو سب سے پہلے خاص خاص معاملات کے متعلق نازل ہوئیں۔

علم انتہائی یعنی سب سے آخر میں کون کون سی آیات نازل ہوئیں۔

علم سبب نزول یعنی یہ آیت کس موقعہ پر کس ضرورت سے کس سوال پر نازل ہوئی، اس میں سب سے پہلی تصنیف شیخ علی بن مدینی متوفی ۲۳۴ھ کی ہے۔

علم موافقات صحابہ یعنی کسی صحابی نے کسی معاملہ کے متعلق کچھ کہا۔ اس ہی کی رائے کی موافق آیت نازل ہوئی۔

علم تکرار نزول یعنی ان آیتوں اور سورتوں کا علم جو مکرر نازل ہوئی ہیں۔ اس پر شیخ ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری متوفی ۴۷۸ھ نے بھی تصنیف کی۔

علم مقدم و مؤخر۔ ان آیات کا علم جن کا حکم ان کے نزول سے یا ان کا نزول ان کے حکم سے مؤخر رہا۔

علم تفریق یعنی اس کا علم کہ قرآن کے کون کون سے حصے متفرق نازل ہوئے ہیں، کیونکہ بعض سورتیں مکمل نازل ہوئی ہیں جیسے فاتحہ، اخلاص، کوثر وغیرہ۔

علم تشییع بعض آیتیں اور سورتیں ایسی ہیں کہ ان کے ساتھ فرشتوں کا نزول ہوا یعنی جو ان کی مشایعت کے لئے آئے جیسے سورۂ انعام جس وقت اس کا نزول ہوا ستر ہزار فرشتے ساتھ آئے

علم سابق و خاص۔ بعض آیتیں ایسی ہیں کہ ان کا نزول انبیاء سابقین پر بھی ہوا تھا بعض ایسی ہیں کہ جن کا نزول خاص حضور پر ہوا۔

علم کیفیت تنزیل۔ قرآن کے نازل ہونے کی کیفیت

علم اسماء قرآن و سور۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب دمشقی معروف ابن قیم جوزیہ متوفی سنہ ۷۵۱ھ کی ہے۔

علم جمع و ترتیب قرآن۔

علم تعداد یعنی سورتوں، آیتوں، کلمات، حروف کی تعداد کا علم اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری متوفی سنہ ۴۷۸ھ نے کی۔

علم حفاظ و رواۃ یعنی حفاظ و رواۃ کے حالات کا علم

علم اسناد۔ یعنی عالی و نازل اسناد کا علم۔

علم وقف و ابتداء یعنی جہاں سے قرأت شروع کرنا چاہئے اور جہاں ٹھہرنا چاہیے اس پر پہلی تصنیف شیخ ابواسحق ابراہیم بن سری نحوی متوفی سنہ ۳۱۱ھ کی ہے۔

علم موصول و مفصول یعنی جو باعتبار الفاظ کے بالترتیب ہیں اور باعتبار معنی کے علیحدہ معلوم ہوں۔

علم امالہ و فتح۔ امالہ اور فتح ان فصحاء عرب کی زبان کی دو مشہور خصلتیں ہیں جن کی زبان کے مطابق قرآن نازل ہوا۔ اہل حجاز کی زبان فتح کے لئے مخصوص ہے اہل نجد امالہ کیا کرتے ہیں

علم ادغام اظہار اخفاء اقلاب۔

علم مد و قصر

علم تخفیف ہمزہ۔

علم تحمل قرآن۔

علم آداب تلاوت اس پر پہلی تصنیف امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ نووی حزامی دمشقی کے پاس ایک موضوع ہے متوفی سنہ ۶۷۶ھ کی ہے۔

علم غریب۔ یعنی کم استعمال ہونے والے الفاظ۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو فید مورج متوفی سنہ ۱۹۵ھ کی ہے۔

علم الفاظ مختلف یعنی حجاز کی زبان کے سوا دیگر حصص عرب کی کون زبانوں کے الفاظ

قرآن میں آ سے گیا۔

علم الالفاظ المعرب یعنی ممالک غیر کی زبانوں کے کون سے الفاظ کو معرب کر کے قرآن میں لایا گیا ہے۔ لیکن امام شافعی، امام ابن جریر، شیخ ابو عبیدہ، قاضی ابو بکر، شیخ ابن فارس جیسے مقتدر علماء اس کے قائل نہیں۔ اور درحقیقت یہی قول صحیح ہے۔ کیونکہ خود قرآن میں ارشاد ہے:
قرآناً عربیاً۔ یہ خیال بعض بہ مشکل الفاظ سے بعض کو پیدا ہو گیا ہے، یا عربی زبان کا لفظ دوسری زبان میں چلا گیا ہے اور کسی خفیف تغیر سے رائج ہو گیا ہے۔ جیسے عربی لفظ ابریق کو بعض نے فارسی لفظ (آب ریز) کا معرب سمجھا ہے لیکن اس پر کوئی قطعی دلیل پیش نہیں کی۔ میں کہتا ہوں کہ ابریق سے آب ریز مفرس کیا گیا ہے۔ کیونکہ عربی زبان ایک باقاعدہ اور مکمل اور تمام زبانوں سے زیادہ وسیع زبان ہے ام الالسنہ ہے۔ دنیا کی سب سے قدیم زبان ہے، فارسی وغیرہ کو یہ بات کہاں نصیب ہے۔
صاحب کتاب علم الحروف نے جو تحقیق السنہ کے متعلق بہترین کتاب ہے، فینقی زبان کو تمام زبانوں کی جڑ بتایا ہے لیکن صاحب موصوف نے اس پر نظر نہیں کی کہ بحرین کے عرب عمالقہ فینقی مشہور تھے ان کا قدیم وطن عرب تھا، ان کی زبان عربی تھی، تغیر زمان و مکان سے زبان میں تغیر واقع ہوا، جس طرح آریوں کے نقل مقام سے، سنسکرت زبان یعنی قدیم ایرانی زبان سے ہندوستان کی زبان میں فرق ہو گیا ہے، اسی طرح عربی و فینقی میں فرق ہو گیا۔

عربی زبان ایک ایسی باقاعدہ اور وسیع زبان ہے کہ اس کی مثل دنیا کی کوئی زبان نہیں، کتب لغت صحاح جوہری میں چالیس ہزار، لسان العرب، ابن مکرم اور قاموس مجد الدین فیروز آبادی میں ساٹھ ہزار مادے ہیں۔ عربی الفاظ کی تعداد ایک کروڑ چھبیس لاکھ پانچ ہزار چار سو بارہ ہے۔
(کتاب العین خلیل ابن احمد بصری متوفی ۱۷۵ھ)

سال کے ۲۴ نام، نور کے ۲۱، ظلمت کے ۵۲، آفتاب کے ۲۹، ابر کے ۵۰، بارش کے ۶۴، کنوئیں کے ۸۸، پانی کے ۱۷۰، شراب کے ۱۰۰، شہد کے ۸۰، شیر کے ۵۰۰، سانپ کے ۲۰۰، تلوار کے ۱۰۰۰، جنگ کے ۲۰۰۰، مصیبت کے ۳۰۰۰ نام ہیں۔

ڈاکٹر لیبان کا قول ہے کہ عربی بول چال کی زبان میں کثرت سے محاورے ہیں جو شاید کسی زبان میں نہیں پائے جاتے۔ عربی زبان میں بے حد وسعت ہے۔ (تمدن عرب)
عربی زبان کے متعلق ایک دفعہ نوشیروان اور نعمان بن المنذر میں مباحثہ ہوا تو نوشیروان نے تسلیم کیا کہ عرب کی زبان طاقتور زبان ہے۔ (بلوغ الارب فی احوال العرب)

یہ مطلب ہے کہ زبان قریش کے علاوہ دیگر قبائل عرب بحیثیت خطہ بھی ان کے علاوہ دیگر حصص عرب مثلاً یمن حضر موت وغیرہ کے محاورات و الفاظ آئے ہیں نہ کہ یہ کہ حبشی یا انگریزی یا فارسی یا ہندی زبان کے الفاظ آئے ہیں۔

مولوی سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب عرب و ہند کے تعلقات میں لکھا ہے کہ طوبیٰ وغیرہ الفاظ کو جو بعض متقدمین نے زبان غیر کا لفظ قرار دیا ہے، یہ لغو اور غلط ہے۔

لیکن پھر سید صاحب نے خود ہی چند عربی الفاظ کو ہندی قرار دیا ہے۔ سید صاحب کی عبارت اس موقع پر ایسی ہے کہ پہلے فقرات سے ثابت ہوتا ہے کہ تین ہندی لفظ قرآن میں آئے ہیں۔ بعد کے فقرات سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ تین ہندی اشیاء کے نام قرآن میں مذکور ہیں۔ اصل عبارت سید صاحب کی یہ ہے:۔

"ہم ہندیوں کو بھی فخر ہے کہ ہمارے دیس کے بھی چند لفظ ایسے خوش نصیب ہیں جو اس پاک اور مقدس کتاب میں جگہ پا سکے۔ پہلے علماء نے جن الفاظ کا ہندی ہونا ظاہر کیا تھا وہ تو لغو اور بے بنیاد تھے مثلاً ابلعی کی نسبت یہ کہنا کہ ہندی میں اس کے معنی پینے کے ہیں یا طوبیٰ کو ہندی کہنا جیسا سعید بن جبیر سے روایت ہے بے بنیاد ہے، مگر اس میں شک نہیں کہ جنت کی تعریف میں اس جنت نشان ملک کی تین خوشبوؤں کا ذکر ضرور ہے یعنی مسک (مشک) زنجبیل (سونٹھ یا ادرک) اور کافور (کپور)" (ملاحظہ ہو کتاب عرب و ہند کے تعلقات مطبوعہ ہندوستانی اکاڈمی سنہ ۱۹۳۰ء)

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کی سب سے قدیم زبان میں مشک کو موسکا اور کستوری بھی کہتے تھے، ان دونوں میں موسکا ایسا لفظ ہے جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ مسک بنا ہو مگر یہ خیال اس لئے غلط ہے کہ موسکا میں کوئی حرف ایسا نہیں جس کو بدلنے یا حذف کرنے کی ضرورت اہل عرب کو ہوتی وہ موسکا ہی کہتے، اور ہندیوں کے استعمال میں یہ تاثیر ہے کہ لفظ کی صورت بدل جاتی ہے، جیسے ایران کی قدیم زبانوں کے الفاظ بگڑ کر سنسکرت ہو گئے۔ ہندوستان کی زبان میں بلا ضرورت بھی حذف و اضافہ ثابت ہوتا ہے۔

فارسی	ژند	سنسکرت
آشتی	آستا یا	آستے
استوار	است	ستیے

یہ بھی صحیح نہیں کہ مشک صرف ہندوستان کی خوشبو ہے، مشک ختن و ختا کا مشہور ہے
غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسک سے موسکا بنا ہے۔

زنجبیل کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسکو سنسکرت میں زرنجا بیرا کہتے ہیں، اس میں بھی کوئی حرف
ایسا نہیں کہ جس کو بدلنے یا حذف کرنے کی ضرورت اہل عرب کو ہوتی، وہ اصل زرنجا بیرا ہی لیتے،
زرنجا بیرا زنجبیل کی خرابی ہے،

اسی طرح کیور کافور کی خرابی ہے خوب اگر کیور کو لیتے تو کفور کہتے، اس میں حرف یا کے
بدلنے کی ضرورت تھی؛ ف کے اضافہ کی ضرورت نہ تھی۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہندوستانی پیداوار ہیں اس لئے الفاظ بھی یہیں پیدا ہوئے تو یہ
بھی صحیح نہیں، نہیں کہا جاسکتا کہ جزیرۃ العرب میں یہ اشیا کبھی نہیں ہوتی تھیں، اور اگر اب نہیں ہوتیں
تو پہلے کیوں نہ ہوتی تھیں، ممالک کے حالات بدل گئے۔ کشمیر میں سلطان زین العابدین کے عہد میں
گنا پیدا ہوتا تھا اب نہیں ہوتا۔ تو اگر عرب میں یہ چیزیں نہیں ہوتیں تو کیا دنیا کے کسی خطے میں نہیں ہوتیں
مشک ہی کو لے لیجئے خطا و ختن کا ہندوستان سے زیادہ اچھا ہوتا ہے پھر ہندوستان کی خصوصیت
کا کیا سبب ہے۔

سید صاحب کو اس مضمون کے متعلق والد ماجد بزرگوار نے خط لکھا تھا، سید صاحب نے جواب دیا
جرجی زیدان کی کتاب فلسفۃ اللغۃ العربیہ اور ڈاکٹر ... کی کتاب سواء السبیل اور اپنی کتاب لغات جدیدہ
اور لسان العرب وغیرہ کا حوالہ دیا۔ میں مانتا ہوں کہ بعض قدیم اہل لغت اور بعض جدید اہل لغت نے
عربی میں بعض زبان کے الفاظ کی نشاندہی کی ہے لیکن یہاں قرآن شریف کا سوال ہے، اور صرف
یہی تین لفظ بحث طلب ہیں، اس کے علاوہ میرا یہ عقیدہ ہے اور میرے نزدیک یہ ثابت شدہ ہے
کہ عربی زبان ام الالسنہ ہے اسی کے الفاظ تمام زبانوں میں گئے۔ تغیرات و مکانات سے صورت بدل گئی
بعض میں کچھ مشابہت رہی بعض اس سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اسی مشابہت کی وجہ سے بعض اہل لغت
اور مصنفین کو غلط فہمی ہوگئی کہ یہ الفاظ زبان غیر کا سرمایہ ہیں، عربی زبان کی وسعت و باقاعدگی میرے اس
خیال کی زندہ شہادت ہے ؎

بس ختم نہ کرنا مجھ مشفق میرے اتنا | یا علی کے دکھا دے ذہن ایسا کر انسی

اس طرح اگر الفاظ کے متعلق تحقیق کی جائے تو قرآن مجید میں کثرت سے ہندی، فارسی،
انگریزی، چینی وغیرہ زبان کے الفاظ ثابت ہو جائیں گے، لیکن سوائے اس کے کہ یہ ایک تعجب انگیز

طریقہ اور بعض اہل لغت کے غلط خیال کی پیروی ہے اور کچھ نہیں۔ قرآن مجید میں سوائے عربی کے سوا کسی زبان کا کوئی لفظ نہیں ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ بعض متقدمین اور ان کی تقلید میں بعض متاخرین کو مشکل الفاظ سے مغالطہ ہوا اور انہوں نے عربی لفظ کو جس زبان کا لفظ قرار دیا اس زبان میں اس لفظ کی تحقیقات نہیں کی۔

انھیں تین الفاظ کے متعلق اگر دیکھا جائے تو مشک کو سنسکرت میں سب سے پہلے مرگ مدہ، پھر مرگ نابھی، کستوری کہا گیا ہے اور مسکا سنسکرت میں کیا گیا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب سندھ پر عرصے سے مسلمان حکمران تھے اور وہاں کے پنڈت دربار خلافت میں باریاب ہوچکے تھے۔ اس لئے یہ مسک کی خرابی ہے۔ اسی طرح کافور کو گھنسارہ، چندرہ، ہمتابہ وہ کہتے تھے۔ سنسکرت کی تصانیف میں کرپور ہے جو کافور کی خرابی ہے۔

زنجبیل کیا اور وشو بھیشج، مہا سوٹھ کہتے ہیں۔ پھر آخر میں اس کا نام سنٹھی پڑ گیا۔ اردو لفظ سونٹھ اسی سے ہے۔ زرنجابیر نام سنسکرت کے بعد کیا گیا۔ سنسکرت کے پہلے کی تصانیف میں سوکا ونگلیو یا سنٹھی و زنجابیر انہیں ہیں۔

علم وجوہ و نظائر۔ اس پر عکرمہ عن ابن عباس متوفی سنہ ۱۵۰ھ و مقاتل بن سلیمان و علی بن ابی طلحہ سنہ ۱۴۳ھ کی تصانیف تھیں۔ یہ تینوں ہم عصر تھے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ شرف اولیت کس کو ہے۔ وجوہ وہ مشترک لفظ جو کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے، نظائر باہم موافقت رکھنے والے اور ہم معنی الفاظ۔

علم ادوات یعنی حروف اور ان کے ہم شکل اسما و افعال اور اسما ظروف کا علم

علم ضمائر۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی علی احمد بن جعفر دینوری متوفی سنہ ۲۸۹ھ کی ہے

علم تذکیر و تانیث۔

علم تعریف و تنکیر۔

علم افراد و جمع۔ اس پر سب سے پہلی تصنیف شیخ ابو الحسن سعید بن مسعدہ الاخفش الاوسط سنہ ۲۱۱ھ کی ہے۔

علم الفاظ مترادفہ۔

علم محکم و متشابہ۔ متشابہ وہ آیات جو مختلف المعانی ہیں، محکم ان کا عکس۔ اس پر

پہلی تصنیف شیخ برہان الدین ابوالقاسم محمود بن حمزہ بن نصر کرمانی معروف تاج القراء متوفی ۵۰۰ھ کی ہے۔
علم متقدم و مؤخر ان آیتوں کا علم جن میں کلام کی تقدیم و تاخیر ہے۔
علم خاص و عام۔ عام وہ لفظ جو بغیر کسی حصر اور قید کے اپنے مناسب معنی کا استغراق کرے اور خاص اس کے خلاف۔
علم کنایات و تعریض۔
علم حصر یا اختصاص۔ مخصوص طریقہ سے کسی امر کو کسی امر کے ساتھ خاص کرنا یا کسی امر کے لئے کوئی حکم ثابت کرنا۔ اس کے ماسوا سے اس حکم کی نفی کرنا حصر کہلاتا ہے۔ حصر کو قصر بھی کہتے ہیں۔
علم ایجاز و اطناب۔ اس پر پہلی تصنیف امام سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی ہے۔
علم خبر و انشاء۔
علم بدائع۔ یعنی تجنیس۔ اردفات۔ تمثیل وغیرہ اس پر سب سے پہلی تصنیف شیخ ابو محمد قاسم ابن اصبغ قرطبی متوفی ۳۴۰ھ کی ہے۔
علم فواصل الآیات جس طرح شعر کے آخری لفظ کو قافیہ اور سجع کے آخری لفظ کو قرینہ کہتے ہیں اسی طرح آیت قرآن کا آخری کلمہ فاصلہ کہلاتا ہے۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ محمد ابن یزید واسطی متوفی ۳۰۶ھ کی ہے۔
علم فواتح یعنی سورتوں کا افتتاح کس نوع سے ہے۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو محمد قاسم بن اصبغ قرطبی متوفی ۳۴۰ھ کی ہے۔
علم خواتم یعنی سورتوں کا اختتام کس نوع سے ہوا۔
علم مناسبت یعنی آیتوں اور سورتوں میں باہم کیا مناسبت ہے۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی جعفر احمد بن علی بغدادی متوفی ۳۲۴ھ کی ہے۔
علم آیات متشابہات۔ اس پر پہلی تصنیف امام کسائی متوفی ۱۸۹ھ کی ہے۔
علم اعجاز قرآن اس پر پہلی تصنیف شیخ محمد بن یزید واسطی متوفی ۳۰۶ھ کی ہے۔
علم استنباط علوم۔ اس پر پہلی تصنیف قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید میں ستر ہزار علوم ہیں۔

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے — آنکھوں والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے

ڈاکٹر موریس فرانسیسی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں طبع کی ہیں۔ ان میں سب بہتر یہ کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے لئے فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔ قرآن علما کے لئے ایک علمی کتاب، ماہرین علم لغت کے لئے ذخیرہ لغات، شعراء کے لئے عروض کا مجموعہ، اور شرائع و قوانین کا عام انسائیکلوپیڈیا ہے مسلمانوں کو اس کتاب کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں، اس کی فصاحت و بلاغت نے انہیں سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز کئے ہوئے ہے۔ یہ واقعی بات ہے اور اسکی فوقیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے فصحاء و ادیب اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اس کے عجائب ہیں جو روز بروز نئے نکلتے رہتے ہیں اور اس کے اسرار ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے (اخبار وطن)

مسلمان جب قرآن و حدیث میں غور کریں گے تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اسمیں پائیں گے۔ (ایک عیسائی نامہ نگار اخبار وطن۔ منقول از تاریخ الحدیث ص ۲۸)۔

میرا کیا منہ ہے کہ علوم قرآن کے متعلق کچھ لکھ سکوں یہ کام ایک متبحر فاضل محدث و مفسر کا ہے اس قسم کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں کہ قرآن مجید سے کس کس طرح کن کن علوم کا استنباط کیا جاتا ہے اور کون کون علوم موجود ہیں میری تحقیقات و معلومات اس معاملہ میں کتنے صفحے کے ہیں بطور نمونہ اشارۃً چند علوم کا ذکر کرتا ہوں۔

علم حساب — اس علم کے اصول میں دو چیزیں ہیں عدد صحیح، عدد کسر۔ جو عدد صحیح ہیں وہ حساب میں یا جمع کی صورت میں ہیں۔ یا تفریق کی یا ضرب یا تقسیم یا تضعیف، یا تنصیف کی صورت میں باقی قواعد انہیں کی فروع ہیں۔

تفریق۔ عَاشَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا۔ انہیں رہے پچاس کم ایک ہزار برس

۱۰۰
۹

ضرب۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ

تقسیم۔ یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ الخ

علم تعبیر رؤیا۔ جیسا آیت اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا الخ

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا الخ۔

علم بدیع۔ صنعت مراعات النظیر اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ۔

صنعت عکس۔ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ۔

علم عروض۔ بحر رمل۔ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ (فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن)

بحر متقارب۔ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ (فعولن فعولن فعولن فعولن)

وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔

علم الامثال۔ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ،

علم القیافہ۔ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ۔

علم صرف۔ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ دسّاہا کی اصل دسس ہے جب کوئی حرف ایک صورت کے جمع ہوں تو تخفیفاً ایک کو بدلنا کسی دوسرے حرف سے بجملہ حروف ابدال کے بہتر ہوتا ہے لہذا ایک سین کو الف سے بدلا۔

علم الرجال۔ قَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ۔

علم اخلاق۔ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

باقی علوم سیاست مدن، تدبیر منزل، جغرافیہ، تاریخ، نجوم وغیرہ سب موجود ہیں۔ اخلاق و تاریخ بہت زیادہ ہے اور اخلاقیات ہر طرح مکمل بیان ہے۔

اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (ریلیجن آف اسلام ڈاکٹر آرنلڈ)

قرآن کی عبارت نہایت فصیح و بلیغ اور مضامین عالی و لطیف ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی امین ناصح نصیحت کر رہا ہے۔ اور کوئی حکیم فلسفی حکمت بیان کر رہا ہے (ڈاکٹر فرک سیمتھ جرمنی)

مسلم اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایسا درجہ موجود ہے جو کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا (لائف آف محمد سرولیم میور)

دنیا کی ملکی مذہبی اور تمدنی ہدایتوں کے لئے کافی ہے، ہم حیران ہیں کہ ایسا عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام کس طرح تحریر کیا گیا (موسیو اوجین کلوفل)

پروردگار عالم نے ان کو (مسلمانوں کو) قانون مکمل صورت میں مرحمت فرمایا ہے۔
(شرح دیم سائنز مصنفہ لال جی تھ)

قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر اور ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صداقتیں

خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں اور وہ ملکوں اور ریگستانوں ، شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے ۔ (ڈاکٹر سموئیل جانسن)

قرآن نہایت لطیف اور پاکیزہ زبان میں ہے ۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں بنا سکتا ۔ یہ لازوال معجزہ جو مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے (ڈاکٹر سیل)

قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیام ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی کتب میں اس کے مقابلہ میں بمشکل کوئی بیان پیش کر سکتی ہیں ۔ (پروفیسر وید بیاس)

ڈاکٹر سٹین لین پول نے لکھا ہے کہ قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی ، اصول ہیئت اور علوم حقائق سکھلائے (گلیڈ اسٹس آف ہولی قرآن)

پروفیسر ہربرٹ وائل نے لکھا ہے کہ قرآن اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی ہے جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے ۔ انسانی زندگی کی کوئی سی شکل لے لیجئے ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اس کی تعلیم رہنمائی نہ کرتی ہو ۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھدار آدمی بیک دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے ۔
(دلچیران اسلام)

مسٹر جان ڈیون پورٹ نے تحریر کیا ہے وہ اس مذہبی قانون نے ایک طرف روح کی اصلاح کے لئے ہدایت کی ہے ، اور دوسری طرف دنیاوی ترقی کے بیش بہا اصول تعلیم کئے ہیں
(دی گریٹ ٹیچر)

ڈاکٹر ہشیمت کرنل رقمطراز ہیں ۔ قرآن میں عقائد اخلاق اور ان کی بنا پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے ۔ اس میں ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھ دی گئی ہیں تعلیم عدالت حربی انتظامات مالیات اور نہایت محتاط قانون ہے ۔

ڈاکٹر ڈریپر اور ڈیل رقمطراز ہیں ۔ اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کے ذریعہ زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں ۔ اس کی تعلیم میں وہ اصول موجود ہیں جو عملی قوتوں کا سرچشمہ ہیں ۔

ڈاکٹر ڈریپر کرنل لکھتے ہیں ، قرآن میں عقائد و اخلاق کا مکمل ضابطہ قانون موجود ہے وسیع جمہوریت ، رشد و ہدایت ، انصاف و عدالت ، فوجی تنظیم و تربیت ، مالیات اور غرباء کی

حمایت اور ترقی کے اعلیٰ آئین موجود ہیں۔

موسیو ادجین کلانی کہتے ہیں: قرآن مذہبی قواعد و احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں اجتماعی اور سوشل احکام بھی موجود ہیں جو انسان کی زندگی کے لئے بہر حال مفید ہیں

اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن میں ہے: قرآن میں قواعد دیوانی، فوجداری، سلوک باہمی پائے جاتے ہیں، مسائل نجات روح، استحقاق رعایا، حقوق شخصی و نفع رسانی خلائق وغیرہ وغیرہ

یہ تمام حوالے عبدالماجد صاحب کی تصنیف باطل شکن، معجزات، سلام امیران التحقیق ثنا زبان ہندو سے نقل کئے گئے ہیں۔

علم مجمل و مبین۔ مجمل وہ جس کی دلالت واضح نہ ہو۔ مبین اس کے خلاف۔

علم ناسخ و منسوخ۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو عبید قاسم بن سلام ۲۲۴ھ کی ہے

علم آیات متشابہ یعنی اختلاف و تناقض کا وہم پیدا کرنے والی آیات۔ اس پر پہلی تصنیف محمد بن مستنیر قطرب بصری کی ہے (۲۰۶ھ کے بعد وفات پائی)

علم قرآن مطلق و قرآن مقید۔ مطلق وہ جو بغیر کسی قید کے ماہیت پر دلالت کرے، مقید اس کے خلاف۔

علم قرآن منطوق و قرآن مفہوم۔ منطوق جس معنی پر لفظ کی دلالت محل نطق میں ہوتی ہے اگر وہ لفظ اپنے معنی کا فائدہ دیتا ہے پس اس معنی کے سوا دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو سکتا تو وہ نص کہلائے گا۔ مفہوم لفظ کی دلالت معنی پر محل نطق میں نہ ہو بلکہ اس سے خارج ہو۔

علم وجوہ مخاطبات یعنی قرآن میں کس وجہ سے خطاب کیا گیا۔ اس پر پہلی تصنیف کتاب النفیس امام ابن جوزی ۵۹۷ھ کی ہے۔ ابن جوزی نے پندرہ وجوہ بیان کئے ہیں اور بعض نے تیس سے زائد۔

علم حقیقۃ و مجاز۔ حقیقت یہ کہ الفاظ اپنے موضوع معنوں پر آئیں۔ مجاز اس کے خلاف۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ عز الدین بن عبد السلام دمشقی ۶۶۰ھ کی ہے۔

علم تشبیہ و استعارات۔ شیخ ابو القاسم بن عبداللہ بن عبد الباقی بن محمد بن حسین معروف ابن ناقیا ۴۸۵ھ نے اس پر کتاب لکھی۔ اس کتاب کا نام الجمان ہے۔

علم امثال القرآن۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو عبدالرحمن محمد بن حسین السلمی نیشاپوری ۴۱۲ھ کی ہے۔

علم اقسام القرآن - اس پر پہلی تصنیف شیخ ابوالحسن علی بن الحسن باقحی ۴۲۵ھ کی

علم طرق مجادلہ - اس پر پہلی تصنیف شیخ نجم الدین طوفی کی ہے۔

علم اسماء و کنیت یعنی قرآن میں کون کون سے اسماء و کنیت و القاب آئے ہیں۔
قرآن میں جن جن انبیاء و مرسلین کے نام آئے ہیں۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ اسماعیل ضریر کی ہے

علم مبہمات قرآن - اس پر پہلی تصنیف سہیلی اور شیخ ابی عبداللہ محمد بن احمد زہری ۶۱۶ھ کی کتاب ہے۔

علم من نزل فیہم القرآن - ان لوگوں کے نام کا علم جن کے بارہ میں قرآن نازل ہوا۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ اسماعیل ضریر کی ہے۔

علم فضائل قرآن - اس پر سب سے پہلے امام شافعی ۲۰۴ھ نے کتاب لکھی

علم فاضل و افضل یعنی قرآن کی آیات کن آیات سے افضل ہیں۔

علم مفردات قرآن - اس پر پہلی تصنیف شیخ محی الدین محمد بن علی معروف بزادہ آفندی کی

علم خواص قرآن - اس پر شیخ ابوسعید عبدالقاہر بن طاہر التمیمی ۴۲۹ھ و حکیم ابی عبداللہ التیمی کی کتابیں ہیں۔

علم رسم المصحف - اس پر شیخ ابی عمر عثمان بن سعید الدانی ۴۴۴ھ کی کتاب ہے۔ اس کتاب کا نام اقتصاد ہے۔

علم معرفۃ تفسیر و تاویل -

علم آداب و شروط مفسرین - اس پر پہلی تصنیف علامہ ابن جوزی ۵۹۷ھ کی ہے۔

علم اسرار الحروف - اس پر پہلی تصنیف شیخ محی الدین محمد بن علی بن عربی ۶۳۸ھ کی ہے۔ اس کتاب کا نام الدرر الغایات فی اسرار الحروف المکنونات ہے۔

علم اعراب القرآن - شیخ ابوالاسود دؤلی تابعی ۶۹ھ نے اس پر پہلے تصنیف کی۔

علم علوم القرآن - اس پر پہلی تصنیف شیخ بدر الدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی ۷۹۴ھ کی ہے۔

علوم قرآن کی انواع تین سو سے زیادہ ہیں۔ امام سیوطی نے ان کو اسی پر محدود کیا ہے۔

اول نزول کے جگہوں اور اس کے اوقات و تاریخ کا بیان اس میں بارہ نوع ہیں۔
مکی - مدنی - سفری، حضری، فراشی، لیلی، نہاری، صیفی، شتائی، اسباب نزول، جو پہلے نازل

ہوئیں جو آخر میں نازل ہوئیں۔

دوم سند کا بیان۔ اس کی چھ قسمیں ہیں۔ متواتر، آحاد، شاذ، نبی کی قرائتیں، رواۃ، حفاظ

سوم ادا کا بیان۔ اس کی چھ نوع ہیں۔ وقف، ابتداء، امالہ، مد، تخفیف ہمزہ، ادغام۔

چہارم الفاظ کا بیان۔ اس کی سات نوع ہیں۔ غریب، معرب، مجاز، مشترک، مترادف، تشبیہ، استعارہ۔

پنجم احکام سے تعلق رکھنے والے معانی کا بیان۔ اس کی چودہ انواع ہیں۔

عام جو عمومیت پر باقی رہتا ہے۔ عام مخصوص۔ وہ عام جس سے کوئی خصوص مراد ہو۔

وہ امر جس میں کتاب نے سنت کو خصوصیت دی ہو۔

وہ امر جس میں سنت نے کتاب کی تخصیص کی ہو۔

مجمل، مبین، مفہوم، منطوق، مقید، ناسخ، منسوخ، مؤول۔

ناسخ و منسوخ میں ایسے احکام بھی شامل ہیں جن پر ایک مدت معین تک عمل کیا گیا ہو، اور ان پر عمل کرنے والا کوئی مخصوص شخص رہا ہو۔

ششم ان معانی کا بیان جو الفاظ سے متعلق ہیں۔ اس کی پانچ نوع ہیں۔ فصل، وصل، ایجاز، اطناب، قصر۔ یہ سب مل کر پچاس ہوئے۔

اسماء، کنیتیں، القاب، مبہمات یہ ان کے علاوہ ہیں۔

علم قراءۃ۔ ابو عبید قاسم بن سلام اور قراءت سبعہ میں کتاب السبعہ تصنیف ابن مجاہد احمد بن موسیٰ العزی بغدادی متوفی سنہ ۳۲۴ھ کی ہے

علم طبقات المفسرین۔ اس پر پہلی تصنیف امام سیوطی سنہ ۹۱۱ھ کی ہے۔

علم احکام القرآن۔ اس میں پہلی تصنیف امام شافعی سنہ ۲۰۴ھ کی ہے۔

علم آداب کتابۃ مصحف۔

علم قواعد تفسیر۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی حفص نجم الدین بن محمد سنی حنبلی متوفی سنہ ۷۱۶ھ کی ہے۔

علم وجوہ القرآن۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی اسحاق ابراہیم بن محمد

علم شواذ القراءات۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی العباس احمد بن یحییٰ معروف ثعلب سنہ ۲۹۱ھ کی ہے۔

علم ترتیب سور۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو الفرج محمد بن علی المقری الہمدانی ۴۹۹ھ کی ہے۔

علم المتواتر والمشہور۔

علم مشکل القرآن۔ اس پر شیخ ابو محمد مکی بن ابی طالب ۴۳۷ھ نے پہلے تصنیف کی۔

علم مصادر القرآن اس پر پہلی تصنیف شیخ ابراہیم بن یزیدی ۲۲۵ھ کی ہے۔

علم سابق ولاحق اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی العباس النقاش محمد بن علی بن احمد الواحد الکرانی ۴۳۳ھ کی ہے۔

علم فضل القرآن۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی العباس احمد بن محمد الثعلبی ۴۲۷ھ کی ہے

علم وقوف النبی۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ حضرمی کی ہے

علم الفصول الغایات فی معارضۃ السور والآیات اس پر پہلی تصنیف شیخ ابی العلاء احمد بن عبد اللہ المعری ۴۴۹ھ کی ہے

علم التراجم۔ اس پر پہلی تصنیف امام شاہ عبد العزیز ۱۲۳۹ھ کی ہے

علم التاویل۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ محمد بن بحر اصفہانی ۳۲۲ھ کی ہے۔

علم التلاوۃ۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ عبد اللہ بن اسعد یافعی ۷۶۸ھ کی ہے۔

علم اختلاف المصاحف۔ اس پر پہلی تصنیف شیخ ابو حاتم سہل بن محمد سجستانی ۲۴۸ھ کی ہے۔

تاویل

الفاظ کے چند مختلف معنوں میں سے بقرائن قویہ ایک کی طرف رجوع کرنے کو تاویل کہتے ہیں

تاویل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک صحیح، دوسری باطل۔

صحیح وہ جس کا تعلق الفاظ سے ہو اور الفاظ ان معانی کے محتمل ہوں اور وہ اصول اسلام اور سلف صالحین کے اقوال کے موافق ہوں۔ یہ ایک خاص ملکہ ہے جو ممارست علوم اور تقویٰ و طہارت کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

باطل وہ ہے جو تقیہ الفاظ قرآن سے نہ سمجھی جائے یا حدیث و اقوال سلف صالحین کے مخالف ہو

اس کو تحریف بھی کہتے ہیں۔

چار گروہ

حضور علیہ السلام آیات قرآنی کی خود تفسیر فرماتے تھے، اور آپ کے عہد میں جو صحابہ تعلیم پاتے وہ تفسیر و تشریح کرتے تھے حضور نے جو ارشادات فرمائے۔ اُن کا کثیر حصہ حضور کے عہد میں ضبط تحریر میں آ گیا تھا۔ صحابہ و تابعین کے اقوال بھی لکھے گئے۔

قرن اول سے تفسیر کے بابت علیحدہ تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور اس وقت تک حسب ضرورت و موقع علماء تفسیریں مرتب کرتے رہے۔ لیکن مدت دراز تک حدیث و تفسیر و فقہ حفظ قرأت یہ تمام خدمات اجتماعی طور پر انجام دیتے رہے۔ پھر یہ اسلامی خدمات انجام دینے والے چار گروہ پر منقسم ہو گئے۔ اگرچہ ان تمام خدمات کیلئے تمام علوم پر حاوی ہونا ضروری تھا مگر جس فن میں جسکو زیادہ انہماک اور ملکہ تھا وہ اسی سلسلہ میں شمار کیا گیا۔

ایک گروہ نے صرف الفاظ و عبارت قرآن کی خدمت و حفاظت کی یہ حافظ قاری صاحب تجوید مشہور ہوئے۔

ایک گروہ نے اپنی ہمت خدمت حدیث پر صرف کی یہ محدث کہلائے

ایک گروہ نے آیات و احادیث سے مسائل کا استنباط کیا یہ فقیہ مشہور ہوئے

ایک گروہ نے قرآن کا ترجمہ و تشریح بالترتیب کی یہ مفسر کہلائے۔

حدیث

حدیث قول و فعل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔ آپ کا جو قول و فعل صحت کے ساتھ ثابت ہے وہ ہر طرح لائق حجت ہے اصحاب کرام اور ائمہ اسلام نے نہایت احتیاط اور دیدہ ریزی جانکاہ کے بعد حدیثوں کے مراتب مقرر کئے ہیں۔ اور ان کی جانچ کے لئے اصول روایت اصول درایت ایسے قائم کئے ہیں کہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔

حدیثوں کو اس احتیاط سے بیان کیا ہے کہ ایک حرف آگے پیچھے نہیں ہونے دیا بلکہ اس اشارہ کو بھی محفوظ رکھا ہے جو حضور نے بوقت ارشاد کیا۔ اور اس قسم کا مسلسل بالالتزام قرار دیا۔ راویوں کی جانچ کے لئے ایک بڑا بھاری فن اسماء الرجال مرتب ہو گیا ہے ان الحقیقت

نظام شمسی کی مملکت میں یہ ایک ایسا بے نظیر واقعہ ہے کہ جس کی مثال دنیا پیش نہیں کر سکتی
محدثین علیہم الرحمۃ نے احادیث اور روایات کی جانچ پڑتال کرتے وقت راویوں کی کثرت عبادت
یا قائم اللیل یا صائم الدہر ہونے یا ان کے تبحر علمی یا ان کی ولایت و زہد و تقوی یا امارت و دولت
یا شرافت و وجاہت و مجتہدانہ جلال و شکوہ سے مرعوب ہوتے ہوئے سب کے عیب و سوال کھول کر
رکھ دئے۔ اور اس میں اس درجہ احتیاط کی کہ اگر کوئی شخص چالیس برس کی عمر تک صحیح و تندرست
رہا اور اس کے بعد وہ نسیان یا کسی اور مرض میں مبتلا ہو گیا تو اس کے تذکرہ میں تفصیل کے ساتھ
اس کو بیان کر دیا۔ اور بعد صحت اور زمانہ علالت کی روایات کو جداگانہ اقسام میں شامل کیا گیا
غرض یہ بڑا محنتی اور عظیم الشان زینہ ہے جو تمام شکوک و شبہات کا ازالہ کر دیتا ہے۔

مشہور محقق ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا ہے کہ کوئی قوم دنیا میں نہ ایسی گذری اور نہ آج تک موجود
ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج
پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے (انگریزی مقدمہ اصابہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء)

راویوں کے درجات کے بیان میں جتنے اس کے متعلق لکھے ہیں ان سے مفصل تاریخ الحدیث ہے
غرض صحیح اور لائق حجت وہ حدیث ہے جو اصول روایۃ و اصول درایۃ کے ذریعہ صحیح ثابت
ہو اور ان علوم کے ذریعہ سے اس کو جس قسم میں شامل کیا جائے گا اسی درجہ پر اس کا اثر ہو گا۔

محدثین نے کتب صحاح میں اور دیگر کتب میں بھی حدیثوں کے ساتھ ان کے اقسام بھی بتا دئے
ہیں اور موضوع اور جعلی حدیثوں کو بھی علیحدہ جمع کر دیا ہے۔

مفسرین میں سے بعض نے صحیح روایات کے جمع کرنے کی سعی کی ہے بعض نے ہر قسم کی روایات
لی ہیں کہ مطالعہ کرنے والوں کے پیش نظر ہر قسم کا مواد ہو جائے۔ بعض موضوع اور ضعیف روایتوں
کو دیکھ کر ہندوستان کا کم علم گروہ بھی کا مستند ہو گیا ہے۔ اور بعض بے علم مفسرین ہند نے اپنی مرضی
کے موافق یا از ضعیف و موضوع روایات اور عجیب عجیب قصص و حکایات کو شامل تفسیر کر دیا ہے
ایسی تفسیروں سے غیر مسلم معترضین کو بہت مدد پہنچی ہے۔ اس لئے ہم نے اس تاریخ میں کسی قدر
اصول روایت و اصول درایت اور حدیث کے متعلق مختصر بیان شامل کئے ہیں کہ اگر کوئی تاریخ حدیث
نہ دیکھے۔ در صرف اس تاریخ کا مطالعہ کرے تو اس کو معلوم ہو جائے کہ اس میں کس قسم کی روایات
مقبول اور لائق سند ہیں اور کس قسم کی قابل رد ہیں اور مفسرین کے تمام اقوال و روایات و حکایات
کی ذمہ داری اسلام پر نہیں ہے لیکن اس کا جواب وہ خود مفسر ہے۔ اسلام پر اعتراض تب ہی حدیثوں کے

ذریعہ کیا جاسکتا ہے کہ جو ائمہ فن کے قواعد کے موافق نہ ہوں۔

اُصول درایت

اصول روایت سے تو حدیث بیان کرنیوالے کی جانچ ہوتی ہے کہ راوی راستگو ہے یا دروغ گو، صحیح الدماغ ہے یا نسیان وغیرہ مرض میں مبتلا ہے۔ ذی علم ہے یا کم علم، صاحب فہم ہے یا سادہ لوح، خوش عقیدہ ہے یا بدعتی، نیک کردار ہے یا عصیاں شعار۔ لیکن اس سے متن کی غلطی کا ارتفاع نہیں ہوتا۔ متن کی جانچ کے لئے اصول درایت ہیں جو سب سے زائد ہیں، جو حدیث ان سب پر ٹھیک اترے وہ صحیح ہے ورنہ جس درجہ اس میں کمزوری ہوگی اسی درجہ میں کمزور سمجھی جائے گی۔

اصول درایت قرآن وحدیث اور تعامل صحابہ سے ماخوذ ہیں۔ ائمہ نے ان کی تشریح و توضیح کی ہے۔ صحابہ کرام کے عہد میں اصول درایت کے مدارج قائم ہوگئے تھے کیونکہ خبر واحد کا جواز اور احکام پر ترتب ہونا ان کی اجتہادی رایوں سے ثابت ہے۔ گو کوئی تصنیف و تالیف نہیں ہوئی تھی لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان اصول کے سختی سے پابند تھے۔

درایت اصل میں تو ایک ملکہ ہے جو ایک فن میں تبحر اور مہارت تامہ کے بعد پیدا ہوجاتا ہے۔ ماہرین فن کا قول ہے ان للحدیث ضوءا کضوء النہار نعرفہ وظلمة کظلمة اللیل ننکرہ (حدیث کا نور دن کی طرح ہے تو اس کو پہچان لے گا اور موضوع کی تاریکی رات کی طرح ہے تو اس سے خود انکار کردیگا) ؎

سخن شناسندہ گر نیست شوریدہ مغز | نہ ہر وہ شناسد ز دینار خزف
حدیث از صحابہ بود گر صحیح | درخشندہ می باشد از فرہی
ازو تابد انوار پیغمبری | چو نور از مہ و تابش از اختری

حقیقت میں فن روایت کی ممارست سے ایک ملکہ یا ذوق پیدا ہوجاتا ہے جس سے تمیز ہوجاتی ہے کہ یہ قول و فعل رسول ہے یا نہیں۔ اصول درایت کے متعلق ہم نے تاریخ الحدیث میں مفصل لکھا ہے اور وہی اصل موقع اس بیان کا تھا۔ یہاں صرف مختصراً چند خاص خاص اصول لکھے جاتے ہیں۔

(۱) جو حدیث قرآن کی عبارۃ النص کے خلاف ہو صحیح نہیں۔

(۲) جو حدیث، حدیث متواتر کے خلاف ہو صحیح نہیں۔

(۳) جو حدیث ایسے مشہور تاریخی واقعہ کے خلاف ہو جو متواتر کا حکم رکھتا ہے تو قابل قبول نہیں ہے۔

(۴) جو حدیث مشاہدات کے خلاف ہو لائق حجت نہیں۔

(۵) جو عقل کے خلاف ہو قابل قبول نہیں۔

خلاف عقل سے یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص کی عقل کے خلاف ہو بلکہ ماہرین فن حدیث اس کو خلاف عقل قرار دیں۔

(۶) جس حدیث میں رکاکت لفظی ایسی ہو کہ قواعد عربیہ کی رو سے مستحسن نہ ہو اور رکاکت معنی ایسی ہو کہ وقار نبوت کے خلاف ہو صحیح نہیں۔

(۷) جو حدیث حسیات کے خلاف ہو قابل تسلیم نہیں۔

مگر تمام اصولوں میں یہ شرط ہے کہ ایسی حدیثوں کے لفظوں، جملوں اور عبارتوں میں قواعد عربیہ ستعارۃ یا اس کے معنوں میں دیگر بے طرف از علوم کے ذریعہ سے تاویل کر کے تطابق دینا ناممکن ہو تو ناقابل حجت ہیں۔ اور اگر تطابق ممکن ہے تو قابل حجت ہیں۔ اگرچہ یہ کام مبتحر فضلا کا ہے۔

طبقات رواۃ

ہمارے سلف صالحین اور ہمارے اماموں نے حدیثوں کی جانچ پڑتال کے لئے علم اصول روایت اور علم اصول درایت ایجاد کئے ہیں۔ ان علوم کی صیانت و امداد کے لئے اور بہت سے علوم ہیں۔ ان تمام علوم کی کسوٹی پر جب راویوں اور روایتوں کو پرکھا گیا تو حدیثوں اور راویوں کی بہت سی قسمیں قرار پائیں۔ ہر راوی اور ہر روایت کا اثر اس کے رتبہ کی موافق مانا گیا ہے۔ روایتیں ضعیف بھی ہیں قوی بھی۔ جھوٹی بھی ہیں، سچی بھی ہیں۔ اسی طرح راوی بھی ہر قسم کے ہیں۔

روایتوں اور راویوں کے اقسام کو بہت نے تاریخ حدیث میں مفصل ذکر کیا ہے۔ یہاں مجمل طور پر اس قدر کہنا کافی ہے کہ راویوں کے چار درجے ہیں۔ اول۔ دوم۔ سوم۔ چہارم

(درجہ اول) وہ لوگ جو نہایت متقی، متدین، متشرع، قوی الحافظہ، ماہر علوم، ذکی و فہیم، عادل وضابط تھے، بدعتی نہ تھے۔

(درجہ دوم) جو لوگ تمام اوصاف میں مثل درجہ اول کے تھے مگر حافظہ میں ان سے کم تھے

(درجہ سوم) وہ لوگ جو متدین، متشرع، متقی تھے، مگر فہم و فراست میں مثل درجہ اوّل و دوم کے نہ تھے،

(درجہ چہارم) اس درجہ میں کئی قسم کے لوگ ہیں۔

(۱) ایک وہ جو متدین و متشرع تھے مگر کم فہم و فراست کی وجہ سے مناقب و مثالب ترغیب و ترہیب کے لئے حدیثوں میں تغیر و تبدل کرنا اور حدیث بنانا جائز سمجھتے تھے،

(۲) وہ لوگ جو کم فہم و فراست سے شیخ کے الفاظ کو روایت بالمعنی سمجھ کر حدیث سمجھ لیتے تھے۔

(۳) وہ لوگ جو اپنے فروعی مسائل کی تائید کے لئے اپنے اساتذہ کے الفاظ کو شامل حدیث کر لیتے تھے۔

(۴) وہ لوگ جو دنیوی عز و جاہ کے لئے حدیثوں میں تغیر کر لیتے تھے، یا نئی حدیث بنا لیتے تھے،

(۵) وہ دشمنان اسلام جو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کیلئے حدیثوں میں تغیر کرتے تھے اور حدیثیں بناتے تھے،

کتب حدیث

حدیث کی کتابوں کے طبقات مقرر ہیں، ہر کتاب کی حدیث اس کے طبقہ ہی کے موافق قابل اعتماد قرار دی جائے گی۔

طبقہ اوّل۔ موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، آخر الذکر دونوں کتابوں کو صحیحین کہتے ہیں، ان کتابوں کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ سب زیادہ صحیح ہیں، ان کو صحیح باعتبار غلبیت کہا جاتا ہے۔ قرون ثلاثہ میں امام شافعی نے موطا امام مالک کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا ہے، قرون ثلاثہ کے بعد جماعت کثیر علماء نے صحیح بخاری کو یہ لقب دیا ہے، علماء مغاربہ (افریقہ وغیرہ) نے صحیح مسلم کو یہ خطاب قرار دیا ہے، اتفاق اس پر ہے کہ صحیح بخاری اصح الکتب ہے۔ صحیحین کی شان یہ ہے کہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ان میں جو حدیثیں مرفوع متصل ہیں۔ وہ سب یقیناً صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے اپنے مصنفین تک متواتر ہیں۔

ان تینوں کتابوں میں قریب دو ثلث کے درجہ اوّل و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں جن کا زیادہ تعلق احکام سے ہے۔ اور ایک ثلث درجہ سوم کے راوی ہیں۔ مگر درجہ چہارم کے راوی نہیں ہیں۔

طبقۂ دوم - جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، مسند امام احمد بن حنبل، موطا امام محمد، جامع الاصول لابن اثیر۔

اوّل الذکر تینوں کتابوں میں قریب نصف کے درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں ہیں، باقی نصف میں سے دو ثلث میں درجہ اوّل و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔ اور ایک ثلث میں درجہ چہارم کی قسم دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔

باقی کتب میں درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں نصف سے کچھ زیادہ ہیں۔

طبقۂ سوم - سنن ابن ماجہ، مسند شافعی، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند ابی داؤد طیالسی، مسند دارمی، مسند ابی یعلی، مسند عبد بن حمید، سنن دارقطنی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، کتب بیہقی، کتب طحاوی، تصانیف طبرانی، سنن سعید بن منصور، مسند حارث، سنن مسلم، مسند بزار، معجم ابن قانع، مسند امام اعظم۔

ان کتابوں میں ایک ثلث سے کم درجہ اول و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث سے زیادہ درجہ سوم کی۔ اور ایک ثلث درجہ چہارم کی قسم دوم کے، نیز ان میں سے باعتبار روایات بعض کتابیں ایک دوسرے سے قوی مانی گئی ہیں۔

طبقۂ چہارم - کتاب الضعفا لابن حبان، کتاب الضعفاء للعقیلی، تصانیف حاکم، کتاب الکامل لابن عدی، تصانیف ابن مردویہ، تصانیف خطیب، تصانیف ابن شاہین، تفسیر ابن جریر، تصانیف فردوس دیلمی، تصانیف ابن نعیم، تصانیف جوزقانی، تصانیف ابن عساکر، تصانیف ابو الشیخ، تصانیف ابن نجار۔ اور بہت سی کتابیں ہیں جو اسی طبقہ میں شامل ہیں۔ مثل طبقات کبری واقدی، تاریخ طبری، سیرت شامی، ابو الفدا، مسعودی، مواہب لدنیہ، زرقانی شرح مواہب، تاریخ الخمیس، خصائص کبری، دلائل نبوت، روضۃ الاحباب، مدارج النبوت، نزہۃ المجالس، سارۃ الاخبار، سیرت حلبیہ، تاریخ کامل، شواہد نبوت، مصابیح نبوت، دلائل ابو نعیم، ابن سعدون، ابن خلکان، شرح اربعین۔

ان میں سے بعض کتابیں ایک دوسرے سے باعتبار روایات قوی مانی گئیں ہیں۔ اس طبقہ کی کتابوں میں قریب ایک خمس کے درجہ اول و دوم کی اور قریب دو خمس کے درجہ سوم کی، باقی پانچ خمس میں درجہ چہارم کے ہر قسم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔

یادداشت

مسند بزار - ابوبکر احمد بن عمرو بزار (بزار بصری) متوفی ۲۹۲ھ کی تصنیف ہے،
اس میں اکثر غلطیاں ہیں۔

صحیح ابن خزیمہ - ابوعبداللہ محمد اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ کی تصنیف ہے،
ابن خزیمہ نے تمام صحیح حدیثوں کو جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا مگر پورا نہ کر سکے، اور نہیں کہا جا سکتا کہ جو کچھ
کیا ہے وہ کس حد تک قابل سند ہے، چونکہ یہ کتاب ان کے شاگرد ابن حبان کے ذریعے سے پہونچی
اور ابن حبان کے عقائد پر لوگوں کو شبہ تھا۔ اس لئے سند قبول نہ پا سکی۔ اس کا وہ نسخہ جو حافظ
ابن حجر کے کتب خانہ میں تھا، جرمن کے کتب خانہ میں ہے۔ خدا کی شان! مسلمانوں کے دین کا
علمی خزانہ نصرانیوں کے قبضہ میں ہے اور وہ اس کے قدر دان و محافظ ہیں ۔

غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن ۔۔ کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

تصانیف ابن مردویہ - شیخ ابوبکر احمد بن موسیٰ اصفہانی متوفی ۴۱۰ھ کی تصانیف
بہت غیر معتبر ہیں

نوادر الاصول - حکیم ترمذی متوفی ۲۸۵ھ کی تصنیف ہے، اس میں غیر معتبر روایات
بہت ہیں بعض متاخرین فرق ضالہ اہل حق کو اس کی روایتیں پیش کر کے دھوکہ دیتے ہیں کہ
یہ امام ترمذی کی روایت ہے۔

فردوس الاخبار - فردوس دیلمی متوفی ۵۰۹ھ کی تصنیف ہے، حدیثوں کو باعتبار
حروف تہجی لکھا ہے یعنی جو حرف حدیث میں اول آیا ہے اس کو لیا ہے، یہ اس طرز کے موجد ہیں
اس کتاب میں موضوع حدیثیں بہت ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں جن کی فہرست مرتب کرنا مشکل ہے، بہت سی کتابوں
کا ذکر ہم نے تاریخ الحدیث میں کیا ہے، ایک یوروپین فاضل نے تمام تصانیف حدیث کا تخمینہ بحوالہ
کتاب ایجادات النبلاء و ڈکشنری آف اسلام ([illegible]) بیان کیا ہے، (احادیث اہل اسلام
مصنفہ پادری ڈبلیو گولڈ) یہ تخمینہ غالباً اٹھارہویں صدی عیسوی تک کا ہے، اب اس تقریباً
ڈیڑھ سو برس کے عرصہ میں کس قدر تصانیف ہوئیں اس کا کوئی اندازہ نہیں، ہندوستان میں
جو جو تصانیف ہوئی ہیں ان کے نام مجھے معلوم ہیں۔

بذل المجہود فی حل ابی داؤد مصنفہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری۔
شرح ترمذی۔ مصنفہ مولوی اشفاق الرحمن کاندہلوی۔
فتح الملہم شرح صحیح مسلم مصنفہ مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی۔
تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مصنفہ مولانا محمد ادریس کاندہلوی
اربعین اعظم مؤلفہ راقم السطور۔
مگر تمام تصانیف کے اعتبار کا وہی معیار ہے کہ ائمہ سنت کے شرائط پر پورا اور سلف صالحین کے موافق ہو۔

شرائط امام اعظم

حدیث کی جانچ دو طریقوں سے ہوتی تھی، ایک اصول درایت، دوسرے اصول روایت، اصول درایت قرآن و حدیث و تعامل صحابہ سے ماخوذ ہیں، ان پر تو ہر امام حدیث کو جانچتا ہی تھا اس میں تو گفتگو کی ضرورت ہی نہیں، اصول روایت میں ائمہ میں اختلاف ہے، ہر ایک نے قبول روایت کے لئے اپنے اپنے اصول مقرر کئے ہیں، سب سے زیادہ سخت اس معاملہ میں امام ابو حنیفہ تھے اور اسی وجہ سے وہ شدید مشہور تھے، شیخ وکیع بن الجراح محدث (استاد امام بخاری) کا قول ہے کان ابو حنیفۃ اورع فی الحدیث (امام ابو حنیفہ حدیث قبول کرنے میں بہت محتاط تھے) امام صاحب کی شرائط کو سخت پا کر محدثین نے ان کی شرائط سے اختلاف کیا ہے، حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ ایسی جانچ کی صورت میں قلت روایت کا خوف ہے (فتح المغیث)

روایت مع الدرایت امام صاحب کو جو رتبہ خصوصی حاصل ہے وہ کسی اہل روایت کو نصیب نہیں ہوا، امام صاحب کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ امام صاحب نے بعض حدیثیں تو خود جلیل القدر اصحاب مثل حضرت انس و حضرت عبداللہ بن ابی اوفی و حضرت واثلہ بن اسقع وغیرہم سے جنکی تعداد (۲۴) تک بیان کی گئی ہے روایت کی ہیں اور اکثر حدیثوں میں امام صاحب اور صحابی کے درمیان ایک جلیل القدر تابعی مثل عکرمہ و قتادہ و نافع و سالم و سلیمان بن یسار و زہری و ربیعہ الرائی و محمد بن منکدر و حسن بصری و حمید الطویل و مکحول وغیرہ ہیں اور بعض بعض میں دو مشہور تابعی ہیں، چونکہ امام صاحب خود تابعی اور شاہسوار ائمہ خیر القرون میں سے ہیں اس لئے حدیث کی جانچ اور تحقیق کے لئے زیادہ حق ہیں لیکن امام صاحب کی شرائط سخت ہیں اور دیگر ائمہ حدیث کے شرائط ان کے مقابلہ میں بہت نرم ہیں اسلئے محدثین نے انہیں

کو اختیار کیا ہے۔

شرائط

(۱) راوی درجہ اول کے روات میں سے ہو (۲) روایت غیر منقطع ہو (۳) اگر محدثین کی زبان سے روایت سنی ہو تو حدثنا کے لفظ سے روایت نقل کی جائے (۴) جن محدثین کے پاس تحریری ذخیرہ ہو اگر ان کو حدیث کا ہر حرف محفوظ ہے تو زبانی روایت کریں ورنہ بوقت روایت تحریر کو سامنے رکھیں (۵) اس زمانہ تک جو روایت بالمعنی ہو چکی تھی ان کو اس شرط پر قبول کرتے تھے کہ راوی فقیہ ہو ورنہ کم از کم ثقہ، عادل و صدوق ہو اور وہ روایت درایت کے مطابق صحیح ہو (۶) روزانہ کے معاملات عبادات کے متعلق اگر کوئی خبر واحد بیان کیا جائے تو اس پر شہادت ہو۔ اگر حسب شہادت ہو تو وہ مروی روایت صحیح ہو کیونکہ روز مرہ کے معاملات سے اکثر صحابہ کا واقف ہونا ضروری ہے۔ پھر خبر واحد کیسی؟

شرائط ائمہ ستہ

آسان طریق روایت کی جانچ کا یہ ہے کہ روایت کو محدثین کی شرائط پر دیکھا جائے محدثین نے روایات کی جانچ ایسی صحت و سختی سے کی ہے کہ اس میں غلطی کا احتمال مشکل ہے۔

غیروں نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔ مسٹر میور نے لکھا ہے۔

"یہ تو ظاہر ہے کہ محدثین نے فن حدیث کی تنقید کو کمال تک پہنچا دیا تھا اور وہ بھی ایسی سختی سے" (لائف آف محمد)

یہ شرائط اصول روایت سے متعلق ہیں۔ ہر محدث کو اپنی کتاب میں اپنے مسلک روایت کے درست کرنے کی فکر ہوتی تھی۔ مگر کن شرائط پر روایت کو قبول کرنا ہے یہ اصول روایت سے جانچنے کے بعد پھر وہ اپنے شرائط کے موافق روایت کو جانچتا تھا۔

شرائط امام بخاری (۱) حدیث متصل الاسناد ہو (۲) طول ملازمت یعنی راوی اپنے شیخ کے پاس سالہا سال رہا ہو (۳) راوی طبقہ اولیٰ کا مشہور ثقہ ہو (۴) راوی سے مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو۔

شرائط امام مسلم (۱) حدیث متصل الاسناد ہو (۲) تمام روات ثقات ہوں۔ (۳) روات ہم عصر ہوں (۴) روات مشہور ہوں (۵) شذوذ و علت نہ ہو۔

شرائط امام ابوداؤد و امام نسائی (۱) جو حدیث صحیحین میں ہو (۲) جو حدیث

موافق شرط صحیحین ہو (۳) وہ حدیث جس کے ترک پر اجماع نہ ہوا ہو۔ اور اسکی سند متصل ہو اور صحیح ہو مرسل و منقطع نہ ہو (۴) جو روایت طبقہ رابعہ کے علاوہ رواۃ سے مروی ہو (۵) شواہد متابعات کے لئے وہ حدیثیں بھی امام ابوداؤد قبول کر لیتے تھے جو ضعفاء و مجہول سے مروی تھیں

شرائط امام ترمذی (۱) جو حدیث صحیحین میں ہو۔ جو حدیث موافق شرائط شیخین ہو (۳) امام ابوداؤد و امام نسائی نے جو حدیث نقل کی اور اسکی علت ظاہر کر دی۔ (۴) جو حدیث بعض فقہاء کا معمول رہی ہو (۵) وہ حدیث جس کا مضمون اس حکم کے موافق ہو جس پر عمل ہوتا رہا ہو۔ (۶) ان ثقات کی روایت جن پر جرح ہوئی ہو (۷) ان رواۃ کی روایت جن پر جرح ہوئی لیکن ان کی توثیق بھی ہوئی۔

شرائط امام ابن ماجہ (۱) جس کو ائمہ خمسہ نے لیا۔ (۲) جو ائمہ خمسہ کی شرائط پر ہو۔ (۳) جس کو مستند علماء بیان کرتے اور عمل کرتے رہے ہوں (۴) طبقہ چہارم کے قسم دوم کے علاوہ رواۃ کی وہ روایات جو بعد جانچ صحیح ثابت ہوں۔

ضابطہ قبول حدیث

ائمہ سلف نے قبول حدیث کے لئے یہ ضابطہ قرار دیا ہے۔

(۱) وہ حدیثیں قبول کیجائینگی جو بخاری و مسلم دونوں کی متفق علیہ ہوں (۲) جنکی تخریج امام بخاری نے کی ہے (۳) جن کی تخریج امام مسلم نے کی ہے۔ (۴) جو موافق شرائط شیخین کے ہوں (۵) جو امام بخاری کی شرط کے موافق ہو (۶) جو امام مسلم کی شرائط کے موافق ہو (۷) جو کتب صحاح ستہ میں ہو (۸) جو ائمہ ستہ کی شرائط کے موافق ہو۔

قرون ثلاثہ

قرون ثلاثہ (تین زمانے) ان کو خیر القرون (بہترین زمانے) کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم (تمام زمانوں میں سے میرے زمانے کے لوگ اچھے ہیں پھر اس کے بعد والے پھر اس کے بعد والے)

سلف صالحین نے قرون ثلاثہ کی اس طرح تقسیم کی ہے۔

قرن اول۔ بعثت رسول کریم سے سنہ ۱۱۰ھ تک یہ زمانہ عہد رسالت و عہد صحابہ کہلاتا ہے

قرن دوم۔ سنہ ۱۱۰ھ سے سنہ ۱۷۰ھ تک یہ عہد تابعین کہلاتا ہے۔

قرن سوم سنہ ۱۸۱ھ سے سنہ ۲۲۰ھ تک ہے جو عہد تبع تابعین کہلاتا ہے۔

قرن ثالث کے متعلق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے قرن ثالث کو ۲۲۰ھ تک وسعت دی ہے۔ ۲۳۰ھ تک تو کوئی شبہ نہیں، بوجہ اختلافات بعض نے ۲۲۰ھ سے ۲۴۰ھ تک کے زمانہ کو عہد اختلافی کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ قرون ثلاثہ کے بعد کے زمانے کے متعلق حضور کا ارشاد ہے ثم یفشو الکذب، پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔

ہم نے اس کتاب میں علماء و مفسرین و محدثین و مصنفین کے ذکر میں یہ اصول رکھا ہے کہ قرن اوّل کے رجال قرن دوم کے شروع ہونے تک یعنی سنہ ۱۰۱ھ تک جن کی وفات ہوئی وہ قرن اوّل کے رجال ہیں۔ اسی طرح قرن دوم کے رجال سنہ ۱۸۰ھ تک، قرن سوم کے رجال ۲۲۰ھ تک، عہد اختلافی کے رجال ۲۴۰ھ تک۔

اس لئے رجال خیر القرون کا خاتمہ سنہ ۲۴۰ھ تک ہے۔ اگر تلاش کی جائے تو اس کے خلاف کم تر مثالیں مل سکیں گی۔ بجز صحابہ کے بیان رجال میں ترتیب باعتبار سن وفات رکھی ہے۔

خاتمہ

خداوند ذوالجلال کا کس منہ سے شکر ادا کروں کہ اس نے دین متین کی ایک اہم و ضروری و جدید و نفیسہ خدمت مجھ ناچیز عاصی سے لی ہے

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی   منت ازو شناس کہ بخدمت بداشتت

جب میں تاریخ حدیث کی تصنیف سے فارغ ہوا تو والد ماجد نے چند مسودات حوالے فرما کر تاریخ علم تفسیر کے لئے ارشاد فرمایا۔ جن کو بعد ترتیب و اضافہ کثیر مدون کر کے پیش کیا ہے۔

مگر باوجود تلاش بسیار اردو فارسی میں تاریخ تفسیر کے متعلق کوئی کتاب دستیاب نہیں ہوئی۔ مختلف کتابوں میں کچھ مختصر مضامین ایسے نظر سے گزرے جن سے تاریخ تفسیر پر کسی قدر روشنی پڑتی تھی۔

اردو میں البیان فی علوم القرآن یعنی مقدمہ تفسیر حقانی میں مولانا ابو محمد عبدالحق دہلوی نے چند صفحات میں طبقات مفسرین کا ذکر کیا ہے۔

حیات المفسرین نام ایک رسالہ اردو میں مولوی حکیم محمد ابراہیم بہاری کا ہے جس میں چند مفسرین کے مختصر حالات ہیں۔